کہیں صدقہ ضائع نہ ہو جائے

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہیں صدقہ ضائع نہ ہو جائے

نگہت ہاشمی

کہیں صدقہ ضائع نہ ہو جائے

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : کہیں صدقہ ضائع نہ ہو جائے
مُصنّفہ : استاذہ نگہت ہاشمی
طبع اوّل : اگست 2007ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 98/CII گلبرگ III فون 042-7060578-7060579
فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1' کینال روڈ فون : 041 - 872 1851
بہاولپور : 7A' عزیز بھٹی روڈ' ماڈل ٹاؤن اے فون : 062 - 2875199
2885199 فیکس : 062 - 2888245
ملتان : 888/G/1' بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی' بوسن روڈ' گلگشت
فون 061 - 6220551, 6223646
ای میل : alnoorint@hotmail.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:
مومن کمیونیکیشنز 48-B گرین مارکیٹ بہاولپور
فون 062 - 2888245
قیمت : روپے

ابتدائیہ

انسان منفعت پسند ہے، اس وجہ سے وہ کبھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے جس کی وجہ سے اس کا نفع کم ہو اور اگر اسے یہ پتہ چلے کہ نفع تو نفع اصل زر بھی ضائع ہو جائے گا تو انسان اس خوف کی وجہ سے ہر اس کام سے رک جاتا ہے جس سے وہ total loss تک پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اسی فطرت کے پیش نظر اُسے اپنی مثالوں سے ڈرایا ہے کہ بد نیتی سے صدقہ پھلے پھولے گا نہیں اور دوسری طرف اگر نیک نیتی سے کرو گے تو تھوڑا بھی بہت پھل دے گا۔ آخر میں ایک ہرے بھرے باغ کے جلنے کے منظر سے انسان کو خوف دلایا ہے کہ ریا کاری سے صدقے کو آگ لگ جائے گی اور تم سب کچھ کر کے بھی کھونے والے بن جاؤ گے۔

روزمرہ کی مثالوں سے انسان کے لیے اس حقیقت کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور وہ اچھی نیت کے ساتھ نفع بخش بزنس کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا
وَّلَاۤ اَذًی لا لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ج وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ
یَحۡزَنُوۡنَ ﴿262﴾ قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَةٌ خَیۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ یَّتۡبَعُهَاۤ اَذًی ط
وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیۡمٌ ﴿263﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ
وَالۡاَذٰی لا کَالَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ
الۡاٰخِرِ ط فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَیۡهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَکَهٗ
صَلۡدًا ط لَا یَقۡدِرُوۡنَ عَلٰی شَیۡءٍ مِّمَّا کَسَبُوۡا ط وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ
الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿264﴾ وَمَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ
وَتَثۡبِیۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ کَمَثَلِ جَنَّةٍ م بِرَبۡوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُکُلَهَا
ضِعۡفَیۡنِ ج فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ
﴿265﴾ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ
تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ لا لَهٗ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ لا وَاَصَابَهُ الۡکِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ
ضُعَفَآءُ ص صلے فَاَصَابَهَاۤ اِعۡصَارٌ فِیۡهِ نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ
اللّٰهُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿266﴾

ترجمہ: ’’جولوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے، نہ دُکھ دیتے ہیں، اُن کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں۔ (262) ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اُس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دُکھ ہو، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور بُردباری اُس کی صفت ہے۔ (263) اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دُکھ دے کر اُس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دِکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر۔ اُس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی، اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی اُن کے ہاتھ نہیں آتا اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ تعالیٰ کا دستور نہیں ہے۔ (264) بخلاف اِس کے جو لوگ اپنے مال محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے دل کے پورے ثبات وقرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو، اگر زور کی بارش ہو جائے تو دوگنا پھل لائے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اُس کے لیے کافی ہو جائے، تم جو کچھ کرتے ہو سب اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے۔ (265) کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس ایک ہرا بھرا باغ ہو، نہروں سے سیراب، کھجوروں اور انگوروں اور ہر قسم کے پھلوں سے لدا ہوا اور وہ عین اُس وقت ایک تیز بگولے کی زد میں آ کر جُھلس جائے جبکہ وہ خود بوڑھا ہو اور اس کے کمسن بچے ابھی کسی لائق نہ ہوں؟ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی باتیں تمہارے سامنے بیان کرتا ہے شاید کہ تم غور وفکر کرو‘‘۔ (266)

اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی لا لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (262)

''وہ لوگ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرتے ہیں تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ تکلیف پہنچانے والی باتیں کرتے ہیں، ان کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے، ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

اس آیت میں توجہ طلب بات ہے: جو لوگ اپنے مال خرچ کرتے ہیں یعنی آگے آگے مال خرچ ہو رہا ہے تو پیچھے پیچھے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ ''پھر وہ پیچھے نہیں لاتے۔''

صرف اِنفاق کی فکر نہیں کرنی، پیچھے کی بھی فکر کرنی ہے کہ پیچھے کون سا جذبہ دل کے اندر پیدا ہو گیا؟ پیچھے کا عمل کیسا ہے؟

ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا

خرچ کرنے کے پیچھے کیا نہیں ہے؟

مَنًّا وَّلَآ اَذًی

''نہ احسان جتلانا ہے، نہ تکلیف دینا ہے۔''

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (262)

اُن لوگوں کے لیے اُن کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے۔"

لہٰذا انفاق فی سبیل اللہ پر کس کو اجر ملے گا؟

جو احسان نہیں جتلائے گا۔

جو ایذاء نہیں دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (262)

"نہ ان کے لیے خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انفاق کے پیچھے کیا ہوتا ہے؟ عام طور پر انسان آگے بڑھتا جاتا ہے اور اثرات کے بارے میں نہیں سوچتا، اس لیے ایک اچھا کام کر کے وہ مطمئن ہو جاتا ہے۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے فکر ہی لگا دی ہے، سارا وقت یہ دیکھتے رہو کہ پیچھے کیا ہو رہا ہے؟ اب کیا حال ہے؟ جیسے ڈاکٹر ایک بیمار انسان کو میڈیسن دینے کے بعد اس سے پوچھتا ہے: کہو اب کیسے ہو؟ وہ بیماری کی حالت دیکھنا چاہتا ہے کہ ٹھیک ہو گئی یا نہیں؟ پھر کئی بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جن کا اندازہ ٹیسٹ کے بعد لگایا جاتا ہے، کسی کا کسی رپورٹ کے ذریعے لگایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ ٹیسٹ کرتے رہو، اپنی رپورٹ بناتے رہو، کہیں احسان جتلانا تو نہیں ہے؟ کہیں ایذاء دینا تو نہیں ہے؟ ربّ العزت نے فرمایا:

ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ

"وہ پیچھے نہیں لاتے۔"

کیسے رک سکتے ہیں پیچھے لانے سے؟ شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے لیکن خود conscious رہتے ہیں۔

ایک انسان انفاق کرنے کے فوراً بعد کیسے کسی برے عمل میں مبتلا ہو جاتا ہے؟ اصل میں شیطان انسان کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے انفاق تو اس نے کر لیا، یہاں سے تو یہ میرے ہاتھ سے نکل گیا، اب اس کے پیچھے پیچھے کچھ برائیاں لگا دو کہ وہ انفاق قبول نہ ہو۔ اس طرح شیطان قبولیت کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے، اجر کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے۔ کیا ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ انسان دنیا میں کسی ایسے مقام سے گزر رہا ہے جہاں اس کے پاس مال بھی ہے، اس کی ضروریات بھی ہیں اور اس کا مال ہتھیانے کے لیے چور ڈاکو اس کے پیچھے لگ گئے ہیں؟ انفاق کو ہتھیانے کے لیے کتنے شیطان ہیں جو پیچھے لگ جاتے ہیں کہ اب اس پر اجر نہ ملنے پائے یعنی جیسے چور یا ڈاکو انسان کو مال سے محروم کر دیتے ہیں تو انسان کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، وہ اپنی ضروریات پر مال خرچ نہیں کر سکتا، اسی طرح شیطان یہ چاہتا ہے کہ مال بھلے سے یہ خرچ کر لے لیکن آخرت کے لیے یہ مال save نہ رہ سکے، محفوظ نہ رہ سکے، اس کا اجر نہ ملے۔ اس لیے شیطان کہتا ہے کہ پیچھے لگا دو اور پیچھے کیا لگا دو؟ احسان جتلانا اور ایذاء دینا۔

احسان جتلانا کیسا عمل ہے؟ ناپسندیدہ، انتہائی گھٹیا اور مکروہ۔ یہ ایسے ہی ہے گویا کوئی قے کر کے چاٹ لے۔ جس پر احسان جتلایا جاتا ہے یہ اس کے لیے باعثِ اذیت ہو جاتا ہے۔ جو احسان جتلاتا ہے وہ تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر اس کو پہلے بڑائی کا احساس نہیں بھی تھا تو احسان جتلانا ایسا عمل ہے جہاں سے تکبر پھوٹتا ہے، جس کی وجہ سے انسان متکبر بنتا ہے۔

کیا انسان احسان جتلانے کے بعد تکبر میں مبتلا ہوتا ہے یا پہلے ہی یہ خرابی پیدا ہو جاتی ہے؟ انسان کب احسان جتلاتا ہے؟ انفاق کے بعد شیطان انسان کو یہ احساس دِلاتا ہے کہ تم نے بڑا نیکی کا کام کر لیا، کسی دوسرے نے وہ کام نہیں کیا جو تم نے کیا ہے اور تمہاری کیا بات

ہے! اور تمہارا کیا عمل ہے! اس عمل کو بھلا اللہ تعالیٰ کیسے قبول نہیں کرے گا! اور دیکھو تو سہی تم نے دیا، فلاں کو دیا، فلاں مقصد کے لیے دیا اور انہوں نے اس کا کیا کیا؟ وہ دیکھو! تمہاری فلاں چیز ضائع ہو رہی ہے۔

فرض کریں کہ آپ نے کسی کو ایک سوٹ پہننے کو دیا اور وہ اُس سے جل گیا۔ کتنا بڑا چانس پیدا ہو گیا اسے یہ احساس دِلانے کا کہ تم care نہیں کر سکتے! تمہیں کیا پتہ کہ یہ کتنا قیمتی سوٹ تھا! اور اگر میں نے تمہیں دیا تو تم نے اس کی حفاظت ہی نہیں کی۔ انسان سمجھتا ہے کہ میں اسے بڑی اچھی تلقین کر رہا ہوں، اسے سمجھا رہا ہوں حالانکہ یہ سمجھانا احسان جتلانا ہے۔ کس بری طرح انسان گھیرے میں آجاتا ہے!

اسی طرح ایک انسان تاحیات اپنی فیملی میں سے کسی یتیم کی پرورش کرتا ہے۔ وہ یتیم بچے اس کی خدمت کی وجہ سے بڑے ہو گئے۔ اب جب وہ بڑے ہو گئے، کسی محفل میں بیٹھے ہوئے یا اکیلے میں کوئی کام پڑا تو ایک فقرہ کسی نے کہہ دیا کہ تم مجھ سے بات کر رہے ہو، تم تو میرے ٹکڑوں پر پل کر جوان ہوئے ہو۔ یہ ایک جملہ کہا تو سارا صدقہ ضائع ہو گیا، سب کچھ برباد ہو گیا، اتنے عرصے کی محنت، ریاضت سب کچھ ختم ہو گیا۔

اسی طرح جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے، ہمارے ہاں تو ایسے خرچ بہت ہی کم ہوتے ہیں لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سواریاں دیا کرتے تھے، کل تک جانوروں کی سواریاں تھیں جبکہ آج کی سواریاں non-living things ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ تم نے میرے اونٹ کا کیا حال کر دیا! یہ اتنا کمزور ہو گیا ہے، میں نے اتنی محنت سے اسے پالا تھا اور اگر جہاد فی سبیل اللہ کرنا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگانا ہے تو اسے کھلایا پلایا تو کرو۔ یہ بظاہر تو تلقین ہے لیکن اصلاً کیا ہے؟ احسان جتلانا۔ اگر فرض کریں اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے اور آپ دین کی خدمت کرنے والوں کے لیے گاڑیاں فراہم کرنے والے ہو

جائیں تو شیطان خطرہ پیدا کر سکتا ہے۔ وہ کہے گا کہ گاڑی کی کیا حالت ہو گئی ہے؟ سروس کیوں نہیں کروائی؟ ٹیوننگ ہی نہیں کروائی، دیکھو گاڑی کیسے لگی ہوئی ہے، اتنے دن ہو گئے اس کا فلاں کام رہتا ہے۔ دیکھو! اس گاڑی کا کیا حال ہو گیا؟ احساس دلا کے یہ کہے کہ میرا مقصد تو صرف اتنا ہے کہ چیزوں کو اچھے طریقے سے استعمال کرنا چاہئے لیکن صرف اس بات نے پوری گاڑی کا اجر ضائع کر دیا، اللہ تعالیٰ کے یہاں اب اس کا کوئی اجر نہیں رہ گیا۔ ایسی نصیحت کرنا کیا ہے؟ اصل میں جلتے رہنا۔ انسان انفاق کر کے اگر جتلا بیٹھے تو جلتا رہتا ہے اور یہ جلن دو طرفہ ہوتی ہے۔ وہ بھی جلتا ہے جس پر احسان جتلایا جاتا ہے اور وہ بھی جلتا ہے جو احسان جتاتا ہے۔

فرض کریں کہ کسی نے کسی کو قرآنِ حکیم کی نوٹ بک لے دی اور فرض کریں کہ وہ لینے والا بیمار ہو گیا اور بیمار اتنا شدید تھا کہ اسے دو چھٹیاں کرنا پڑیں۔ اب وہ واپس آیا اور دینے والے نے اس کی قرآن کاپی دیکھی تو کہا کہ میں نے تمہیں قرآن اس لیے تو نہیں لے کر دیا کہ تم چھٹیاں کرنا شروع کر دو اور اس پر لکھو ہی نہیں۔ بظاہر تو یہاں ایک سادہ statement ہے لیکن یہ احسان جتلانا ہے۔ یہ موقع اس طرح کی نصیحت کرنے کا نہیں ہے۔ اگر دل کو یہ تکلیف ہے کہ کوئی دوسرا چھٹی نہ کرے تو اس کے لیے کئی اور راستے بھی ہو سکتے ہیں لیکن یہ کوئی درست راستہ نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنا گھر دیتا ہے اور اس کے استعمال پر اگر دینے والے کے دل کے اندر تنگی آنا شروع ہو جائے کہ اس کی فلاں چیز خراب ہو گئی، اس کے اندر فلاں خرابی ہو گئی۔ اب دینے والے نے تو دے دیا، اب جو لوگ اس کو غلط استعمال کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ لے گا۔ نصیحت کے لیے کوئی اور طریقہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے کہ انسان اس کی بہتری کے لیے، خرابی کو دور کرنے کے لیے کوئی اور انتظام کر

لے، کچھ اور صدقہ وخیرات کرے، کچھ اور بہتری کے اسباب پیدا کرے لیکن اگر دل کے اندر گھٹن آئی اور اس کا اظہار کر دیا تو یہ احسان جتلانا ہے۔

احسان جتلانا ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان کی بڑی بڑی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔فرض کریں کہ کوئی دین کی خدمت کے لیے کسی کو کسی دوسرے ملک میں بھیجنا چاہے کہ وہاں دین کی تبلیغ کی جائے، آنے جانے کے ٹکٹ کا انتظام بھی کر دے، وہاں رہنے کا انتظام بھی کر دے اور پھر یہ چاہے کہ اس علاقے کے لوگوں تک جو دین پہنچے گا اس میں میرا اجر شامل ہو جائے گا۔اب نیکی کی نیت تو بہت اچھی تھی لیکن اس کے بعد شیطان نے اس پر حملے شروع کر دیئے۔اس نے یہ سوچا کہ میں نے انہیں بھیجا تھا اور انہوں نے پلٹ کر کبھی ٹیلیفون ہی نہیں کیا، مجھے کوئی صورتحال بتائی ہی نہیں، یہ اچھے لوگ ہیں کہ تعلقات ہی نہیں رکھتے اور انہیں تو ذرا پرواہ نہیں ہے، یہ تو ناقدرے لوگ ہیں لہٰذا ناقدرے لوگوں پر آئندہ خرچ نہیں کرنا۔اب نتیجہ کیا نکلا کہ وہ فرد آئندہ اِنفاق سے رک گیا۔اب وہ آنے جانے والوں سے اس کے تذکرے بھی کر رہا ہے۔ بڑا کام کرنے والے تو بڑا دل رکھتے ہیں لیکن بڑے دلوں کے اوپر بھی شیطان قبضہ کر لیتا ہے، ان کے پیچھے بھی شیطان احسان جتلانا لگا دیتا ہے۔

زندگی کے کسی بھی کام کو دیکھ لیں، ہر جگہ شیطان کہیں نہ کہیں برا عمل کروانے میں ضرور مصروفِ عمل نظر آئے گا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ conscious ہو جاؤ۔

ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى

”پھر وہ اپنے خرچ کے پیچھے نہیں لاتے نہ احسان جتلانا اور نہ دُکھ دینا۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ خرچ کرنے کے بعد وہ زیادہ conscious ہو جاتے ہیں کہ کہیں یہ نیکی ضائع نہ ہو جائے۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا تو جیسے نازک سے گلاس کی طرح ہے جس کو بڑی care کے ساتھ handle کرنا پڑتا ہے۔یہ اجر ایسا نہیں ہے کہ صحیح

سالم رہے، ذرا سی carelessness سے سب کچھ ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ احساس دلاتے ہیں کہ دیکھو بعد میں زیادہ caring رہنے کی ضرورت ہے۔

انسان جب احسان جتلاتا ہے تو شیطان پہلے تو اُسے ذہنی طور پر اغوا کر لیتا ہے، خوب تعریفیں کرتا ہے اور کسی نہ کسی طرح سے گھیر کر اس مقام تک پہنچا دیتا ہے جہاں وہ اپنی بڑائی کے احساس میں کسی حد تک مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ احسان جتلا دیتا ہے۔ ابتدا ہمیشہ بڑائی کے احساس سے ہوتی ہے۔ جہاں انا کو ٹھیس لگے وہاں احسان جتلانے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور اس طرح جب انسان یہ چاہتا ہو کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں تو یہ موڑ ہے، یہی مقام ہے جہاں سے وہ احسان جتلانا شروع ہوتا ہے۔ جب انسان یہ چاہے کہ لوگ اس کے اِنفاق کو پسندیدہ نظروں سے دیکھیں، جہاں یہ خواہش پیدا ہوئی وہیں پر احسان جتلانے کا بیج بو دیا گیا اور اب وہاں سے احسان جتلانے کا عمل شروع ہو جائے گا۔

انسان تب احسان جتلاتا ہے

جب اس کا دل پاک نہ ہو یعنی نیت خالص اور صاف نہ ہو۔

انسان تب احسان جتلاتا ہے

جب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو جس پر انفاق کیا ہے ذلیل و رسوا کر دے۔

انسان تب احسان جتلاتا ہے

جب اس کے دل میں غرور و تکبر پیدا ہو۔

انسان تب احسان جتلاتا ہے

جب اس کے دل میں نفاق، ریا کاری اور اللہ تعالیٰ سے دُوری کے جذبات پیدا ہو جائیں۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کا دل بالکل خالص ہے، اس کی نیت خالص ہے، اُس نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اِنفاق کیا لیکن خراب ہونے کے chances پھر بھی موجود ہیں۔ آپ فریش کھانا بناتے ہیں تو کیا وہ خراب ہوتا ہے؟ وہ کھانا کھانے کے لیے بنایا جاتا ہے لیکن اگر آپ اسے open رکھ دیں، اس کی پرواہ نہ کریں اور ایک دن گزر جائے تو اس کے خراب ہونے کا chance پیدا ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی اِنفاق بھی خراب ہو جاتا ہے۔ جیسے کھلے کھانے پہ مکھیاں آ کر بیٹھتی ہیں، اسی طرح جب ایک انسان اِنفاق کرتا ہے تو اس کے دل کے اندر وسعت آتی ہے، اب اگر وہ اپنی care نہ کرے تو شیطانوں کے لیے بہت مواقع ہیں کہ وہ کہیں نہ کہیں سے آ کر اس کے دل کو میلا کر دیں۔ اب یا تو وہ اندر ہی اندر یہ سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ کسی نہ کسی کو تو بتا دوں کہ میں نے کیا کیا ہے! کسی کے سامنے ذکر کر دوں، کسی بہانے ہی کر دوں۔ اگر ایسا کوئی خیال دل کے اندر آیا تو یہ ریاکاری ہے۔ اگر ایک انسان اِنفاق کرنے کے بعد دوسرے کے طرزِ عمل پر کڑھنا شروع ہو جائے تب بھی دل تو کھوٹا ہو گیا اور جہاں کھوٹ آتی ہے وہاں احسان جتلانا بھی آتا ہے۔ دل پاک نہ ہو تو انسان کا طرزِ عمل بھی پاک نہیں رہتا۔

یہاں تک ہم نے دیکھا کہ احسان جتلانے والے پر کیا بیتتی ہے اور کیسے وہ احسان جتلاتا ہے؟ دوسرا پہلو بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جس پر احسان جتلایا جاتا ہے اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کی کیفیت کیسی ہو جاتی ہے؟ جس پر احسان جتلایا جاتا ہے وہ اپنے آپ کو برے حالات میں محسوس کرتا ہے، خود کو کمتر محسوس کرنا شروع کر دیتا ہے، اس کی اَنا کچلی جاتی ہے، اس کو اچھا نہیں لگتا، وہ بہت ڈپریس ہو جاتا ہے لیکن عین اس وقت جب وہ اپنے آپ کو کمتر محسوس کرتا ہے، اس کے دل سے بھی کچھ پھوٹنا شروع ہو جاتا ہے، اس کے دل سے کچھ اور چیزیں اُگنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جانتے ہیں وہ کیا ہیں؟

حقارت کے جذبات، انتقام کے جذبات، بغض، کینہ۔

پھر افرادِ معاشرہ کے درمیان عداوتیں، دشمنیاں اور نفرتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ عقل وفہم رکھنے والے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ احسان جتلانے والا اور جس پر احسان جتلایا جاتا ہے دونوں کے درمیان کسی موڑ پر دشمنی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ آج نہیں تو کل کیونکہ یہ logical sequence ہے، اس کا رزلٹ ضرور نکلے گا۔ جب بھی رزلٹ نکلے گا تو یہی نکلے گا۔ جیسے H_2O، ہائیڈروجن کے دو اور آکسیجن کا ایک ایٹم ملتا ہے تو پانی ہی بنتا ہے، ایسے ہی جب احسان جتلایا جاتا ہے اور جب ایک انسان احسان جتلانے کو محسوس کرتا ہے تو اس کا نتیجہ دشمنی کی صورت میں ہی نکلتا ہے، بغض پیدا ہوتا ہے۔ ایک کا دل ناپاک تھا، اس نے دوسرے کا دل بھی خراب کر دیا۔ اب دوسرے فرد کے دل کی ناپاکی اپنے تک ٹھہرتی ہی نہیں کیونکہ بغض تو لاوے کی طرح ہے، اس کی وجہ سے اگلے مراحل بھی آتے ہیں۔ انسان حسد میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ میں ایسے مقام پر کیوں ہوں کہ میرے پاس کم ہے، لوگ مجھے دیتے ہیں اور وہ ایسے مقام پر کیوں ہے کہ اس کے پاس زیادہ ہے اور اس کو احسان جتلانے کا موقع مل جاتا ہے۔ پھر مال والوں سے حسد پیدا ہوتا ہے اور حسد جس وقت اندر پروان چڑھتا ہے تو اس کی وجہ سے انسان انتقام لینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ پھر جیسے آتش فشاں پھٹتا ہے تو زلزلہ آجاتا ہے، ایسے ہی ایک دل کے اندر جب یہ جذبات پروان چڑھتے ہیں تو پورے معاشرے میں زلزلہ آتا ہے۔ کسی آتش فشاں کو پھٹتے ہوئے زیادہ دیر لگتی ہے اور کسی کو کم۔ یہ لوگ جب حسد کی انتہا تک پہنچتے ہیں تو دوسرے کی جان لینے تک آجاتے ہیں۔ پھر صرف مال لینے پر اکتفا نہیں کرتے، دوسرے کو زندگی کا حق بھی نہیں دیتے۔

ہر شخص یہ جانتا ہے کہ جو انسان احسان جتلاتا ہے وہ تکبر اور احساسِ برتری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جس پر احسان جتلایا جاتا ہے وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ احساس ہر

وقت اس کے اندر چھپا رہتا ہے۔اس احساسِ کمتری پر غلبہ پانے ،اسے کنٹرول کرنے کے لیے وہ احسان جتلانے والے پر حملہ آور بھی ہو جاتا ہے۔احسان جتلانے سے اِنفاق فی سبیل اللہ زہر اور آگ بن جاتا ہے، دنیا میں بھی اس کے رزلٹس سامنے آتے ہیں اور احسان جتلانے سے اِنفاق اذیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور بے اثر ہو جاتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے جس بڑے مقصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں وہ پورا نہیں ہوتا۔

یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اِنفاق فی سبیل اللہ اگر خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے تو اس کے بہتر نتائج نکلتے ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اگر ایک انسان اس کے لیے اپنا طریقۂ کار اختیار کرے تو وہ اِنفاق نہ صرف یہ کہ آخرت میں ضائع ہو جائے گا بلکہ دنیا میں بھی اس کے برے نتائج کئی گنا multiply ہو کر انسان کے سامنے آئیں گے۔

سورۃ البقرہ کی ان آیات میں اِنفاق فی سبیل اللہ کے اُصول اور آداب بتائے گئے ہیں جن کا خیال رکھنے سے معاشرے پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر سب سے پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک انسان جو انفاق فی سبیل اللہ کرتا ہے اس کی اپنی نفسیاتی اصلاح ہوتی ہے۔اب آپ دیکھیں اللہ تعالیٰ سے کتنی دُعائیں کی جاتی ہیں کہ اے اللہ! میرے نفس کی، میرے معاملات کی اصلاح کر دینا لیکن یہ اصلاح خالص جذبے کے تحت کے گئے اِنفاق کی وجہ سے ہوتی ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ صدقہ وصول کرنے والے کے لیے وہ اِنفاق مفید بن جاتا ہے کیونکہ اس پر کسی نے جتانا نہیں، اسے کسی نے تنگ نہیں کرنا اور اس کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے۔

انفاق کے آداب کا خیال رکھنے کی وجہ سے معاشی اِنقلاب برپا ہو سکتا ہے۔معاشرہ اجتماعی طور پر آپس میں تعاون کرنے والا معاشرہ بن جاتا ہے۔اس کے افراد میں باہمی محبت پروان چڑھتی ہے اور انسانیت بلند مقام تک پہنچتی ہے۔یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ صدقات

سے محبت، تعاون، ہمدردی، ایثار اور فیاضی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور معاشرے کے افراد باہم جڑ جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح نہیں دیتے بلکہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ یوں ایک معاشرہ مثالی انسانوں کی وجہ سے مثالی معاشرہ بن جاتا ہے۔

اِنفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کچھ مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔

مثال کے طور پر

1۔ اِنفاق کرنے والے کا نفس پاک ہو جائے۔

2۔ اِنفاق کرنے والے کو اَخلاقی پاکیزگی نصیب ہو جائے۔

اَخلاقی پاکیزگی کا انفاق سے کیا تعلق ہے؟

☆ اِنفاق فی سبیل اللہ سے دل پاک ہوا۔

☆ اِنفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے ریاکاری ختم ہوئی۔

☆ اِنفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے بخل ختم ہوا۔

☆ اِنفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے بدگمانی ختم ہوئی۔

☆ اِنفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے احسان جتلانا کنٹرول ہوا۔

☆ اِنفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے اذیتیں دینا کنٹرول ہوا،

لٰہذا محبت پروان چڑھی۔

☆ اِنفاق فی سبیل اللہ کی وجہ سے باہمی تعاون کا جذبہ پیدا ہوا

اور ایثار جیسی صفت انسان کے اندر پیدا ہوئی۔

لٰہذا انفاق کی وجہ سے اَخلاقی پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔ آپ اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ایک انسان اِنفاق کر کے احسان جتلاتا ہے تو جو برائیاں احسان جتلانے کی وجہ سے جنم لیتی ہیں وہ سب خالص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے اِنفاق کرنے کی وجہ سے ختم

ہو جاتی ہیں۔مثلاً بغض پیدا نہیں ہو گا، بدگمانی نہیں، کینہ نہیں، حسد نہیں، انتقام کے جذبات نہیں۔پھر جانیں بچتی ہیں، مال بچتے ہیں، چوری ڈاکے کی وارداتیں ختم ہوتی ہیں اور یوں انفاق کی وجہ سے پورے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے۔ایک فرد کا اَخلاق کیا سنورتا ہے، پورے معاشرے پہ اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

طالبہ: انفاق فی سبیل اللہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو تو دوسرے کی respect دل میں اُجاگر ہوتی ہے اور اس سے اَخلاقی پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔

استاذہ: جی ہاں! یعنی ایک طرف تو ہے اِنفاق کرنے والا جس کی ہم بات کر رہے ہیں اور دوسری طرف وہ فرد ہے جس کے لیے اِنفاق کیا جا رہا ہے۔اُس کا دل دوسرے فرد کی محبت سے بھر جاتا ہے اور اُس کے دل میں دوسرے فرد کے بارے میں اچھے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔وہ اُس کی عزت، اُس کا احترام [regard] بھی کرتا ہے اور کسی زبردستی کی وجہ سے نہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد بھی ہوتی ہے اور ایک انسان reality کو touch کرتا ہے کہ واقعی کسی انسان نے میرے ساتھ نیکی کی ہے تو جواباً اس کے دل میں بھی اس کے لیے نیکی پیدا ہوتی ہے۔اس کے دل میں عزت اور احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

طالبہ: جب کسی کی مدد صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کی جاتی ہے تو اس انسان کے خوش ہونے کی وجہ سے جو خوشی نصیب ہوتی ہے وہ بیان نہیں کی جا سکتی کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری وجہ سے اس کی حاجت پوری کی اور یہ خوش ہو گیا۔

استاذہ: جی! انفاق کرنے والے اور صدقہ لینے والے کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی نصیب ہوتی ہے۔پھر انسان اللہ تعالیٰ کے دوسرے احکامات پر بھی دل کو راضی محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اُس کا دل جھک

جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لا لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (262)

"وہ لوگ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر جو انہوں نے خرچ کیا اس کے پیچھے نہیں لاتے نہ احسان جتلانا اور نہ تکلیف دینا، ان کے لیے ان کا اجر ان کے ربّ کے پاس ہے اور ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

یہاں اللہ تعالیٰ انسان کو اِنفاق کے لیے ذہنی طور پر تیار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین نکات دیئے ہیں کہ دیکھو! انفاق کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ جہاں میں مال رکھواؤں وہاں مجھے تحفظ کا پورا پورا احساس دیا جائے اور پوری security فراہم کی جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ذرا اس مال کو آخرت بینک میں جمع کروا کے دیکھو، نہ خوف رہے گا نہ غم اور مال محفوظ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ رضائے الٰہی کی خاطر کسی ضرورت مند کی مدد پر ان تین ذریعوں سے بنیادی طور پر آمادہ کرتے ہیں کہ دیکھو! اجر بھی ملے گا اور خوف اور غم بھی نہیں رہے گا۔

دنیا میں مال کے ہوتے ہوئے انسان خوف میں مبتلا رہتا ہے اور اس کے loss پر اُسے غم لاحق ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس مال جمع کروانے سے، دوسروں کی مدد پر اُسے خرچ کرنے سے ایک انسان کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم۔ اللہ تعالیٰ انسان کو یہ یاد دِلاتے ہیں کہ مال تو اُس کا فضل ہے، وہ جس سے چاہتا ہے رزق روک لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کثیر مقدار میں عطا فرماتا ہے جیسا کہ سورۃ الملک میں فرمایا:

اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَهٗ (الملک:21)

''بھلا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے سکتا ہو اگر رحمان اپنا رزق روک لے؟''

ایک انسان یہ سوچتا ہے کہ اگر میں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے اپنا رزق روک لے گا تو یہ احساس اس سے اِنفاق کروالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس فضل کے بارے میں عہد بھی لیتے ہیں کہ اگر وہ اُس کے دیئے گئے رزق کو اُس کے راستے میں خرچ کیے بغیر صرف اسراف کریں گے تو یہ اسراف کرنا ان کے کام نہیں آئے گا لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں گے تو اس کی وجہ سے انہیں اجر ملے گا۔اس بات کو اگر سادہ انداز میں دیکھنا چاہیں تو ایک انسان اگر بغیر اسراف کے اپنی ضروریات پوری کرتا رہے تو اِنفاق کے لیے رقم بچ جاتی ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ توجہ دلاتے ہیں کہ اسراف نہ کرو تو تمہارے لیے اِنفاق کے راستے کھل جائیں گے۔اس طرح انسان اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بخل سے کراہت اور نفرت دلاتے ہیں کہ اس سے انسان کی محض مٹھی ہی بند نہیں ہوتی بلکہ اُس کا دل بھی نیکیوں کے لیے بند ہو جاتا ہے۔پھر فرشتوں کی دُعاؤں کے حوالے سے خوف بھی دلایا جاتا ہے،ایک حدیث آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : مَا مِنْ یَّوْمٍ یُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِیهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا : اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَّیَقُوْلُ الْآخَرُ : اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا . (بخاری: 1442)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے اُترتے ہیں،ان میں سے ایک کہتا ہے:اے اللہ!خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے:

اے اللہ! روک کر رکھنے والے (کے مال) کو ضائع فرما دے۔"

اللہ تعالیٰ اس روایت کے توسط سے اس احساس سے بھی خوف دلاتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ دیا تو پہلا بھی ضائع ہو جائے گا کہ فرشتے تک اس کے لیے دُعائیں کرتے ہیں۔ یوں ایک انسان خالص نیت سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اور اس سے اجر پاتا ہے۔ پھر اس نیت کے ساتھ اِنفاق کرنے والے کیسے انفاق کرتے ہیں؟ سورۃ الدّھر میں ربّ العزت فرماتے ہیں:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (الدھر:10-8)

"اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) یقیناً ہم تو آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں اور نہ ہم تم سے کوئی جزا چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم ڈرتے ہیں اپنے ربّ کے اس دن سے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا۔"

جب یہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو ان کے چہروں پر خوشیوں کی رونق ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انفاق کے لیے آمادہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (262)

"اور نہ انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

پھر کیا ہوگا؟

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ (المطففین:24)

"تم ان کے چہروں میں نعمتوں کی رونق (تازگی) دیکھو گے۔"

یہ رونق والے اعمال ہیں۔ چہروں کی تروتازگی انفاق کی وجہ سے ہوگی۔ انفاق کی وجہ سے چہروں پر خوشی آئے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رونق دنیا میں بھی آتی ہے۔ انسان کے دل کے اندر وہ satisfaction بھی آتی ہے، اُسے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ وہ دنیا کی زندگی میں ہی آخرت میں ہونے والے معاملات کے آثار دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِنفاق کرنے والے کی دلجوئی کرتے ہیں کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دینے والا ہے، تمہیں خوف سے بچانے والا ہے، غم سے بچانے والا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (263)

''بھلی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے تکلیف پہنچانا ہو، اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، تحمل والا ہے۔''

آیت کے حوالے سے دیکھئے گا: پہلی توجہ طلب چیز قولِ معروف اور دوسری چیز مغفرت ہے یعنی درگزر کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے صدقے سے بہتر قرار دیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس صدقے سے بہتر ہے؟ فرمایا:

يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (263)

''جس کے پیچھے دکھ دینا ہو۔ اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تحمل والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو تمہارے صدقات کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ وہ حلیم ہے، تحمل والا ہے کہ تمہاری ان حرکات کو برداشت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں ایک انسان پر واضح کرتے ہیں کہ اگر تم اس کی راہ میں صدقِ دل کے ساتھ خرچ نہیں کر سکتے تو نہ کرو لیکن لوگوں سے بھلی بات ضرور کہو۔ فرمایا:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ　　　**''نیکی کی بات۔''**

یہ بھی تو صدقہ ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ (صحيح بخاری: 6021)

''ہر نیکی صدقہ ہے۔''

ہر بھلی بات کہنا صدقہ ہے لہٰذا کم از کم لوگوں کو نیکی پر آمادہ تو کرتے رہو۔ یہ نیکی پر آمادگی، نیکی کی بات کہنا بھی تمہارے لیے صدقہ ہے۔ یہاں صدقے کے حوالے سے کچھ اور اُمور پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے، پھر ہم قولِ معروف کے حوالے سے دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اِنفاق فی سبیل اللہ کے حوالے سے ایک ایسے معاشرے کو ترتیب دینا چاہا ہے جس میں رہنے والے افراد اس اِنفاق کے فوائد حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ معاشرے کے افراد کے درمیان اچھے تعلقات پروان چڑھیں، وہ ایک دوسرے کے ہمدرد ہو جائیں، ایک دوسرے کے لیے ان کے دل فراخ ہو جائیں، وہ اعلیٰ ظرف ہو جائیں، خودغرضی، بخل، تنگ دلی اور سنگ دلی کا مظاہرہ نہ کریں، ایک دوسرے سے تعاون کریں، ایک دوسرے کی ضروریات میں کفالت کریں اور اس طرح اسلامی معاشرے کے اندر وحدت پیدا ہو جائے۔ انسان اور انسان کے درمیان جو فرق ہے وہ مال کی وجہ سے نہ ہو اور رجحانات ایک جیسے ہو جائیں۔ سارے معاشرے کے درمیان یکسوئی پیدا ہو جائے اور معاشرے کے افراد کے فرائض اور ذمہ داریوں میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔ ان سارے مقاصد کو پورا کرنے کے راستے میں دو رکاوٹیں ہیں: ایک احسان جتلانا اور دوسرا ایذاء دینا کیونکہ ان کی وجہ سے یہ مقاصد پورے نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ احسان جتلانے والا تکبر نہ خریدے اور جس پر احسان جتلایا جاتا ہے وہ احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہو، نہ کوئی superiority complex میں مبتلا ہو اور نہ inferiority complex میں اور سب لوگ نارمل زندگی گزاریں یعنی ایک انسان اپنی فطری

حالت میں رہے۔فطرت کو خراب کرنے والے دوسروں کے طرزِ عمل ہوا کرتے ہیں۔اسی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ یہ طرزِ عمل تمہارے لیے درست نہیں ہے۔اسی سورۃ کی آیت 261 میں انفاق کے سات سو گنا تک ملنے والے اجر کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

''اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے، علم رکھنے والا ہے۔''

اور آیت 263 میں دیکھئے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ

''اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، تحمل والا ہے۔''

انسان پر یہ واضح کر دیا گیا کہ دیکھو مال تو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے، سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے اور دولت والے اس رزق کے محافظ اور امین ہیں۔لہٰذا دولت والوں کو دوسروں کا خیال رکھنا ہے اور دوسروں کی ضروریات کی کفالت کرنی ہے۔انسان کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ دولت حاصل کرنا آپ کے بس میں نہیں، کوئی ذریعہ آپ کنٹرول میں کر نہیں سکتے اور یہ کہ اگر کوئی مال خرچ کر کے نیکی کماتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو قرض دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس مال کو کئی گنا کر کے لوٹائے گا اور صدقہ اپنے دینے والے کے لیے باعثِ اجر بنے گا۔صدقہ دینے سے نہ مال کم ہوگا، نہ ضائع ہوگا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے اِنفاق کے لیے انسانی ذہن کو تیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنفُسِكُمْ (البقرہ:272)

''اللہ تعالیٰ کے راستے میں تم جو خرچ کرو گے وہ تمہارے اپنے لیے ہے۔''

اس سے مراد صرف تمہاری ذات نہیں بلکہ یہ انفاق پورے معاشرے کے لیے اچھا ہے

یعنی پورے انسانی معاشرے کو اس کا فائدہ ہوگا۔ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے لگتا ہے تو اسے اپنا ذاتی فائدہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ جیسے انسان اپنے بچوں کی ضروریات کے لیے خرچ کرتا ہے تو اسے یوں لگتا ہے کہ یہ میرا ہی فائدہ ہے، ایسے ہی جب وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو اپنا معمول بنالیتا ہے تو اسے یونہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں میرا فائدہ بھی ہے اور میری سوسائٹی کا بھی۔ اِنفاق فی سبیل اللہ انسان کو ہر اعتبار سے فائدہ پہنچانے والا ہے، اُس کی برائیوں کو دور کرنے والا اور اُس کے گناہوں کو معاف کروانے والا۔ جیسا کہ ربّ العزت فرماتے ہیں:

وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ (البقرہ: 271)

"وہ تمہاری برائیوں کو تم سے دور کردے گا۔"

انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے اپنے آپ کو ایسے تیار کرتا ہے کہ اس کا مال پھل پھول رہا ہے۔ جیسے وہ دنیا میں ایسے بزنس میں مال لگاتا ہے جہاں اسے فائدہ محسوس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ مال جب multiply ہوتا ہے تو انسان کو فوائد محسوس ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں ایسے نیک کام ہیں جہاں انسان خرچ کرتا ہے تو اسے اپنے خرچ کے اثرات محسوس ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی اگر ایک student کی تعلیم کا باعث بنتا ہے تو اس دنیا میں ہی بہت جلد اُسے یہ محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ محض ایک انسان کو پڑھانا نہیں، یہ تو نسلوں کو تعلیم یافتہ بنانا ہے، یہ تو سوسائٹی کے کثیر حصے کو پڑھانا ہے۔ اس سے زیادہ نفع بخش کون سا کاروبار ہوگا کہ ایک پہ لگاؤ اور اس کا کثیر اجر پاؤ؟ اور پھر موت کے بعد بھی پاتے ہی چلے جاؤ یعنی جس اجر نے کبھی ختم نہیں ہونا۔

اسی طرح ایک انسان جب سوسائٹی کے افراد کی خدمت کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، مثال کے طور پر جیسے غربت کو دور کرنے کے لیے یا کسی غریب طبقے کی education کے

لیے یا کسی کی بیماری کو دور کرنے کے لیے تو دنیا میں بھی اس نیکی کے اثرات نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی فرد کسی اہم مرض کے لیے hospital بنانا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کے لیے ایسا کرتا ہے تو وہاں سے جب سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ شفا پاتے جا رہے ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ میرا اجر تیار ہو رہا ہے اور سرمایہ لگانے والے کو دنیا ہی میں feel ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ fruitful ہے۔

اسی طرح جو لوگ یتیم بچوں کی کفالت کے لیے اور ان کے پڑھانے کے لیے جگہیں بناتے ہیں، پھر جب یہ بچے جوان ہوتے ہیں اور society کے مفید افراد بن جاتے ہیں تو انتظامات کرنے والوں کو یہ دنیا میں ہی محسوس ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ واقعی نیکی کا پھل ملتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ دین کی خدمت کے لیے مال لگانا شروع کر دیتے ہیں تو بہت جلد وہ اس چیز کو multiply ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں دِکھانا شروع کر دیتے ہیں کہ تم ایک لگاؤ گے تو میں تمہیں سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں گنا بڑھا کر دینے والا ہوں۔

جس انسان کو نیکی سے محبت ہو جاتی ہے اس کو اِنفاق سے بھی محبت ہو جاتی ہے کیونکہ اسے پتہ ہے کہ اِنفاق ہی سے نیکی کے کام کرنے کا موقع ملے گا اور اِنفاق ہی سے نیکی کے کام پھلیں پھولیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم میں فرمایا:

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (ابراھیم:31)

”میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوست نوازی۔“

اسی طرح سورۃ الفاطر میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ لا لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ط اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ (فاطر: 29,30)

''یقیناً جولوگ کتابُ اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنہیں عطا کیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی برباد نہیں ہو گی تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اجران کو پورے پورے دے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے۔ یقیناً وہ بخشنے والا، قدر دان ہے۔''

ترتیب نوٹ کیجئے گا! جولوگ کتابُ اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نمازیں قائم کرتے ہیں یعنی کتابُ اللہ کی تلاوت نے نمازیں بدل ڈالیں۔ یہ کتابُ اللہ ہے جو انسان کو کھلے اور چھپے خرچ کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ان آیات سے ہمیں یہ پتہ چلا کہ جولوگ فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں وہ تو دراصل اللہ تعالیٰ سے business کرتے ہیں، ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں وہ ان کو ان کے پورے اجر دے گا اور بدلہ تو پورا پورا ملے گا ہی، وہ انہیں مزید اپنے فضل سے بھی نوازے گا یعنی اس پر مزید کئی گنا عطا کرے گا۔ دنیا میں لوگ قدر کریں یا نہ کریں، ربّ قدر دان ہے۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا:

تَصَدَّقُوْا فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ یَّمْشِی الرَّجُلُ بِصَدَقَتِہٖ فَلَا یَجِدُ مَنْ یَّقْبَلُھَا (صحیح بخاری: 1411)

''صدقہ کرو، ایک ایسا زمانہ بھی تم پر آنے والا ہے جب ایک شخص اپنے مال کا صدقہ لے کر نکلے گا اور کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں ہو گا۔''

اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب خوشحالی آجاتی ہے تو صدقہ کرنے کے لیے انسان کو مواقع نہیں ملتے۔ جوں جوں دین کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں، انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہے لیکن اسے پھر اس کا موقع ہی نہیں ملتا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَکْثُرَ فِیْکُمُ الْمَالُ فَیَفِیْضَ حَتّٰی یُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ یَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰی یَعْرِضَهُ ، فَیَقُوْلَ الَّذِیْ یَعْرِضُهُ عَلَیْهِ : لَآ اَرَبَ لِیْ

(صحیح بخاری: 1412)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت آنے سے پہلے مال ودولت کی اس قدر کثرت ہو جائے گی اور لوگ اس قدر مالدار ہو جائیں گے کہ اس وقت صاحبِ مال کو اس کی فکر ہو گی کہ ان کی زکوٰۃ کون قبول کرے اور اگر کسی کو دینا بھی چاہے گا تو اس کو یہی جواب ملے گا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔‘‘

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ ؓ یَقُوْلُ : کُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ : اَحَدُهُمَا یَشْکُو الْعَیْلَةَ وَالْآخَرُ یَشْکُو قَطْعَ السَّبِیْلِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " اَمَّا قَطْعُ السَّبِیْلِ فَاِنَّهُ لَا یَاْتِیْ عَلَیْکَ اِلَّا قَلِیْلٌ حَتّٰی تَخْرُجَ الْعِیْرُ اِلٰی مَکَّةَ بِغَیْرِ خَفِیْرٍ ، وَاَمَّا الْعَیْلَةُ فَاِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰی یَطُوْفَ أَحَدُکُمْ بِصَدَقَتِهِ ، لَا یَجِدُ مَنْ یَّقْبَلُهَا مِنْهُ ، ثُمَّ لَیَقِفَنَّ أَحَدُکُمْ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ لَیْسَ بَیْنَهُ وَبَیْنَهُ حِجَابٌ ، وَلَا تَرْجُمَانٌ یُتَرْجِمُ لَهُ ، ثُمَّ لَیَقُوْلَنَّ لَهُ : اَلَمْ أُوْتِکَ مَالًا ؟ فَلَیَقُوْلَنَّ : بَلٰی ، ثُمَّ لَیَقُوْلَنَّ : اَلَمْ اُرْسِلْ اِلَیْکَ

رَسُوْلًا ؟ فَلَيَقُوْلَنَّ : بَلٰى ، فَيَنْظُرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ ، ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ (وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ) فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ . " (صحیح بخاری: 1413)

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا کہ دو شخص آئے۔ ایک فقر و فاقہ کی شکایت لیے ہوئے تھا اور دوسرے کو راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی شکایت تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جہاں تک راستوں کے غیر محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک قافلہ مکہ سے کسی محافظ کے بغیر نکلے گا (اور اسے راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا) اور رہا فقر و فاقہ تو قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک (مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے یہ حال نہ ہو جائے کہ) ایک شخص اپنا صدقہ دینے کے لیے کسی کو تلاش کرے لیکن کوئی اسے لینے والا نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک شخص اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہ ہوگا اور نہ ترجمانی کے لیے کوئی ترجمان ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے دنیا میں تجھے مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا میں نے تمہارے پاس پیغمبر نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا کہ ہاں بھیجا تھا۔ پھر وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو آگ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔ پھر بائیں طرف دیکھے گا تو ادھر بھی آگ ہی آگ ہو گی۔ پس تمہیں جہنم سے ڈرنا چاہئے خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے ہی (کا صدقہ کر کے اس سے اپنا بچاؤ کر سکو)۔ اگر یہ بھی میسر نہ آ سکے تو اچھی بات ہی منہ سے نکالو۔"

اس حدیث سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ صدقہ کرنا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مومن کے لیے لازم ہے لیکن جب خوشحال دور آجائے اور صدقہ کرنے کا موقع نہ ملے تو انسان بری الذمہ نہیں ہوتا، انفاق تو اس نے کرنا ہی ہے اور اگر کرنے کا موقع نہ ملے تو آگ ہے۔

انفاق کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ

"ان کے لیے کوئی خوف نہیں ہوگا۔"

انفاق کرنے والے کے لیے کون سا خوف نہیں ہے؟ کون سا خطرہ نہیں ہے؟ کہ اس کے ساتھ دشمنی نہیں ہوگی اور نہ اُسے یہ خطرہ ہوگا کہ اس کا اجر ضائع ہو جائے گا۔

وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ

"اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

'یَحۡزَنُوۡنَ' کا لفظ حُزۡن سے ہے۔ حُزۡن کہتے ہیں ماضی کے غم کو اور دنیا میں ایک مومن جب انفاق کرتا ہے تو دنیا میں اس کے لیے یہ غم نہیں ہوگا کہ اس کا مال کم ہو جائے گا یا ضائع ہو جائے گا اور ایسے لوگ آخرت میں برے انجام سے پریشان نہیں ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ مال خرچ کرنے والے کو ان غموں سے بچا لیتا ہے۔

عَنۡ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا : اَنَّ بَعۡضَ اَزۡوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قُلۡنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : اَيُّنَا اَسۡرَعُ بِكَ لُحُوۡقًا ؟ قَالَ : " اَطۡوَلُكُنَّ يَدًا " ، فَأَخَذُوۡا قَصَبَةً يَّذۡرَعُوۡنَهَا فَكَانَتۡ سَوۡدَةُ اَطۡوَلَهُنَّ يَدًا ، فَعَلِمۡنَا بَعۡدُ اَنَّمَا كَانَتۡ طُوۡلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ ، وَكَانَتۡ اَسۡرَعَنَا لُحُوۡقًا بِهٖ ، وَكَانَتۡ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ .

(صحیح بخاری: 1420)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعض بیویوں نے

آپ ﷺ سے پوچھا: ''سب سے پہلے ہم میں سے آخرت میں آپ ﷺ سے کون ملے گی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہوگا۔'' اب ہم نے لکڑی سے ناپنا شروع کر دیا تو سودہ رضی اللہ عنہا سب سے لمبے ہاتھ والی نکلیں۔ ہم نے بعد میں سمجھا کہ لمبے ہاتھ والی ہونے سے آپ ﷺ کی مراد صدقہ زیادہ کرنے والی سے ہے اور سودہ رضی اللہ عنہا ہم سب سے پہلے نبی کریم ﷺ سے جا کر ملیں، صدقہ کرنا آپ رضی اللہ عنہا کو بہت محبوب تھا۔''

ایک اور روایت میں ہمیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ اُم المساکین تھیں اور وہ زیادہ صدقہ کیا کرتی تھیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ، ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَآءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ . (صحیح بخاری: 1431)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عید کے دن نکلے۔ پس آپ ﷺ نے (عیدگاہ) میں دو رکعت نماز پڑھائی۔ نہ آپ ﷺ نے اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ پھر آپ ﷺ عورتوں کی طرف آئے۔ بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ انہیں آپ ﷺ نے وعظ او رنصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کے لیے حکم فرمایا۔ چنانچہ عورتیں کنگن اور بالیاں (بلال کے کپڑے میں) ڈالنے لگیں۔''

عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى اَبِي اللَّحْمِ رضی اللہ عنہ قَالَ : كُنْتُ مَمْلُوكًا فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ : أَأَتَصَدَّقُ مِنْ مَّالِ مَوَالِيَّ بِشَيْءٍ ؟ قَالَ : نَعَم

وَالْأَجْرُ بَيْنَكُمَا نِصْفَانِ .(صحیح مسلم:2368)

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو ابو اللحم کے آزاد کردہ غلام ہیں کہ میں غلام تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ”کیا میں اپنے مالکوں کے مال سے کچھ صدقہ دوں؟“ فرمایا: ”ہاں اور ثواب تم دونوں کے درمیان میں آدھا آدھا ہوگا۔“

یہاں سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک انسان ہر پوزیشن میں صدقہ دے سکتا ہے یعنی یہ کام ایسا نہیں ہے جس کے لیے انسان انتظار کرے کہ مجھے وسعت اور خوشحالی نصیب ہو تو میں صدقہ کروں۔ اگر مالی وسعت نصیب ہوتی ہے تو دل کے اندر تنگی بھی آجاتی ہے، پھر کبھی وسعت وسعت ہی نہیں لگتی۔ اس لیے صدقہ دینے کے لیے انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ پھر جب انسان کے پاس کچھ نہ ہو، جب وہ صدقہ دینے کے لیے تنگی محسوس کرے یا اس کی وجہ سے دوسروں کو تنگ کر دے تو کیا کرے؟ فرمایا:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (263)

”بھلی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ آتا ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، تحمل والا ہے۔“

جس صدقے کو دے کر اذیت دی جاتی ہو اس کے بارے میں قرآن کا مؤقف یہ ہے کہ ایسے صدقے کی کوئی ضرورت نہیں، ایسا صدقہ مت کرو جس کی وجہ سے آپ اذیتیں دینے لگو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ : اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ .(صحیح بخاری: 10)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ نہ تو انسان ہاتھ سے تکلیف دے سکتا ہے، نہ زبان سے اور زبان سے وہ اس وقت تکلیف دے سکتا ہے جب صدقہ کرتا ہے۔ گویا صدقہ کرنے والے کو تو ایک لائسنس مل گیا تکلیف دینے کا، اب وہ جو جی چاہے کہہ لے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسا صدقہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ مت کرو ایسا صدقہ جس سے تمہیں کوئی فائدہ ہی نہیں ہو رہا اُلٹا نقصان ہو رہا ہے، اُلٹا تمہاری نیکیاں ضائع ہو رہی ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر 'قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ' سے ہم میٹھا بول مراد لیں، ایک اچھی بات کہ کسی سے مسکرا کر بات کرو، اچھے طریقے سے بولو تو اس میٹھے بول کا، نرم بات کا کیا فائدہ ہے؟

1۔ میٹھے بول سے دل کے زخم بھر جاتے ہیں۔

2۔ میٹھے بول سے دل کو خوشی ملتی ہے۔

3۔ میٹھے بول سے ملنے والی خوشی کا جواب آتا ہے۔

اگر اس کا مطلب 'بھلی بات' ہو تو ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتا رہے اور برائی سے روکتا رہے۔ یعنی کم از کم آپ کسی کو نیکی کی کوئی اچھی بات تو بتا سکتے ہو! لہٰذا اچھی باتیں بتا بتا کر صدقہ کرو، لوگوں کو نیکی کی باتوں کی طرف بلا کر صدقہ جاری رکھو۔

دوسری چیز ہے:

وَمَغْفِرَةٌ　　''اور درگزر کرنا۔''

اس کے دو مطلب ہیں: ایک چشم پوشی کرنا، درگزر کرنا اور دوسرا مغفرت کی دُعا دینا۔

اگر اس کا مطلب معافی اور چشم پوشی لیا جائے تو اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دل کا میل دور ہو

جاتا ہے، بھائی چارہ اور دوستی پیدا ہو جاتی ہے، نفس میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، دل آپس میں جڑ جاتے ہیں اور اگر اس سے مراد دُعا دینا ہو تو دُعا دینے کی وجہ سے بھی دوسرے کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے، دل آپس میں جڑتے ہیں، دلوں کا میل دور ہو جاتا ہے اور اس طرح انسان کے نفس کو پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔

اب اگر ہم اسلام کے پروگرام کو سامنے رکھیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ اسلام معاشرتی اصلاح چاہتا ہے۔ انفاق کے توسط سے اگر وہ اصلاح کا کام نہ ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں یہ لازم ہے کہ پھر ایسا صدقہ دینے سے گریز کیا جائے اور معروف کا حکم دیا جائے۔ ایک میٹھا بول اور ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے ایذاء ہو، جس کے پیچھے دکھ دینا ہو۔

ایذاء (تکلیف دینا) کیا ہے؟ انسان اپنی زبان سے بھی ایذاء دیتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے بھی۔ انسان طعنہ دے کے کسی کا کلیجہ چھلنی کر سکتا ہے۔ وہ ایذاء دینے کے لیے کسی کے پیٹھ پیچھے اس کے کردار کی دھجیاں بکھیر سکتا ہے، اس کے بارے میں disinformation پھیلا سکتا ہے، اس کے خلاف پراپیگنڈہ کر سکتا ہے۔ ان چیزوں کے ساتھ تو صدقہ قابلِ قبول نہیں ہے، اذیت کے ساتھ، احسان جتلانے کے ساتھ۔ اس سے تو بہتر ہے کہ پھر آپ معروف بات کرو تا کہ اصلاح کا کام تو ہو۔ اصلاح کا کام نہیں رکنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ

''اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور بردبار ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے غنی ہونے سے مراد ہے کہ وہ کسی بھی صدقہ دینے والے کے صدقے سے بے نیاز ہے۔ ایسا صدقہ جس میں کسی غریب کو اذیت دی جاتی ہو اللہ تعالیٰ کو ایسا صدقہ

نہیں چاہئے۔اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت ہے کہ وہ اَلْحَلِیْم ہے۔وہ انسان کو وجود دیتا ہے، رزق دیتا ہے، سارے وسائلِ زندگی دیتا ہے اور انسان اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ وہ اس کے باوجود انسانوں کو پکڑتا نہیں ہے۔ یہ اس کا تحمل ہے، اس کی بردباری ہے کہ وہ فوراً سزا نہیں دیتا۔انسانوں کو رب سے بردباری سیکھنی چاہئے کیسے وہ ignore کرتا ہے! انسان اگر اللہ تعالیٰ کے دیئے میں سے کچھ تھوڑا سا دے دیں تو جتلانا شروع کر دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہ جتلاؤ اور نہ اذیت دو، اس لیے کہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ہے اور احسان مندی کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کا شکر ادا کرو، کسی کو بھی اذیت میں مبتلا نہ کرو، کسی کو دکھ دے کر اپنے عمل کو ضائع نہ کرلو۔ایک توجہ طلب روایت ہے:

حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ أَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ ، فَقَالُوْا : یَا نَبِیَّ اللهِ ﷺ ! فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ ؟ قَالَ : یَعْمَلُ بِیَدِهٖ فَیَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَیَتَصَدَّقُ . قَالُوْا : فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ ؟ قَالَ : یُعِیْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ . قَالُوْا : فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ ؟ قَالَ : فَلْیَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ وَالْیُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا لَهٗ صَدَقَةٌ .

(صحیح بخاری: 1445)

ہم سے سعید بن ابی بردہ نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ ابو بردہ نے، ان سے ان کے دادا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔''لوگوں نے پوچھا:''اے اللہ کے نبی ﷺ! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:''پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔''لوگوں نے کہا:''اگر اس کی طاقت نہ ہو؟''فرمایا:''پھر کسی حاجت مند فریادی کی مدد

کرے۔‘‘لوگوں نے کہا: ’’اگر اس کی بھی سکت نہ ہو؟‘‘ فرمایا: ’’پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے، اس کا یہی صدقہ ہے۔‘‘

اگلی آیت میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ نے تلقین کی ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی لا کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا ط لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ (264)

’’اے ایمان والو! اپنے صدقات احسان جتلانے اور دکھ دینے کے ساتھ ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان پر کچھ مٹی ہو۔ پھر اس پر زور کی بارش پڑے تو اس کو بالکل صاف چٹان چھوڑ جائے۔ جو انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر وہ قدرت نہیں رکھتے۔ اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

اس آیت میں پہلی توجہ طلب بات ہے:

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ ’’اپنے صدقات کو باطل نہ کرلو۔‘‘

کس چیز کے ساتھ؟ احسان جتلانے کے ساتھ اور اذیت کے ساتھ۔ یہاں دوسری بات سامنے آ گئی۔ ایک مثال ہے:

کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ

’’اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے۔‘‘

یعنی اپنا مال ضائع کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دِکھاوے کی بات کے ساتھ اندر کی

نفسیاتی حالت بھی واضح کر دی۔ پھر تیسری بات ہے:

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

''نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت کے دن پر۔''

چونکہ ایمانی کیفیت درست نہیں ہے اس لیے ریاکاری ہوتی ہے۔ پھر چوتھی بات ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ

''پھر اس کی مثال ایک چٹان کی طرح ہے۔ اس چٹان پر مٹی ہو، پھر تیز بارش ہو تو وہ اس کو صاف چٹان چھوڑ جائے۔''

یعنی کچھ بھی باقی نہ رہ جائے۔ ہم دیکھیں گے کہ اس آیت میں چٹان کا کیا مطلب ہے؟ مٹی کا کیا مطلب ہے؟ اور تیز بارش کا کیا مطلب ہے؟ چھٹی بات یہ ہے:

لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ

''اپنی کمائی پر وہ قدرت نہیں رکھتے۔''

یعنی انہوں نے صدقہ کیا لیکن اجر نہیں پائیں گے۔ ان کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے اجر تک پہنچ جائیں۔ پھر ساتویں بات ہے:

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (264)

''اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سب سے پہلی چیز جو ہم نے دیکھنی ہے، وہ ہے اموال کو باطل کر دینا۔ کس کس چیز کے ساتھ؟ احسان جتلانے کے ساتھ اور اذیت دینے کے ساتھ۔ یہ اموال کیسے باطل ہو جائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے دیکھتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین اشخاص کی طرف نہ رحمت سے دیکھے گا اور

نہ ان سے بات کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ایک ان میں سے وہ ہے جوصدقے کا مال دے کراحسان جتلاتا ہے۔'' (صحیح مسلم:294)

اللہ تعالیٰ نے اُس کی طرف دیکھنا بھی نہیں، اس سے بات بھی نہیں کرنی اوراسے دردناک عذاب دینا ہے۔اس لیے فرمایا کہ اپنے صدقات احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے ضائع نہ کرو کیونکہ جب صدقہ کرتے وقت انسان کی نیت ٹھیک نہیں تو اس کا اجر بھی نہیں ملے گا۔یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب نہیں، بس لوگوں کی تعریف مطلوب ہے تو ایسی صورت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

كَالَّذِىْ يُنۡفِقُ مَالَهٗ

یہ مثال اس شخص کی ہے جوخرچ کرتا ہے۔یادرکھئے گا کسی بخیل کی مثال نہیں ہے بلکہ خرچ کرنے والے کی مثال ہے جو اپنا مال لٹاتا ہے، وقت لٹاتا ہے، صلاحیت، رزق، جوکچھ اللہ تعالیٰ نے دیا سب لگاتا ہے لیکن کس طرح؟

كَالَّذِىْ يُنۡفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

''اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے۔''

ریاکاری کیسے ہوتی ہے؟ لوگوں میں بڑا بننے کے لیے جو کام کیا جاتا ہے اسے ریاکاری کہتے ہیں چاہے وہ نماز ہو، روزہ ہو، صدقہ ہو یا کوئی اور کام ہو، دِکھاوے کا کام۔دِکھاوے میں ہمیشہ دوسرے انسان سے اجر مطلوب ہوتا ہے کہ وہ اچھا سمجھے، لوگوں کی نظر میں اچھا بننے کے لیے یہ کام کیا جاتا ہے۔جو لوگوں کی نظر میں اچھا بننا چاہتا ہے لازمی طور پر اگلا result نکلتا ہے اور جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ

''اس کو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں ہے۔''

اس کو نہ اللہ تعالیٰ پر یقین ہے اور نہ آخرت کے دن پر۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ انفاق تو وہی کرتا ہے جو ایمان رکھتا ہے۔ اگر یہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوتا تو اس کو یہ یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے لہٰذا وہ مجھے اجر دے دے گا۔ کسی اور کے علم میں لانے کی اُسے ضرورت نہ پڑتی۔ اس کے برعکس دِکھاوے کے پیچھے کیا ہوتا ہے؟ کسی کو پتہ چلے کہ میں نے کیا کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو تو پتہ چل گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے تو اس کے علیم ہونے پر بھی ایمان ہونا چاہئے، اس کے وسعت والا ہونے پر بھی یقین ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اُن کا آخرت کے دن پر ایمان نہیں ہے یعنی انہیں اجر پانے کی کوئی توقع نہیں ہے اور انہیں یوں لگتا ہے کہ اگر دنیا میں کسی نے appriciate نہ کیا تو یہ کام بھی ختم ہو گیا اس لیے دنیا کا اجر لے لو۔ لہٰذا یہ لوگوں کے سامنے اپنی بڑائی بیان کرتے ہیں اور ریا کاری کرتے ہیں۔

سورۃ النساء میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا (النساء:38)

”اور وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور شیطان جس کا دوست بن جائے تو وہ بہت ہی بُرا دوست ہے۔“

یہاں سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ریا کاری ہمیشہ شیطان کی رفاقت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ شیطان ہر وقت پیچھے لگا ہوا ہے۔ وہ دل میں خیال ڈالتا ہے کہ 'کیا فائدہ؟ کسی کو تو پتہ ہی نہیں لگا۔ مال بھی لگا اور لوگوں میں نام بھی نہ بنا! لوگوں نے اچھا بھی نہ سمجھا!' وہ کہتا ہے 'کام تو بڑا ہے لیکن آپ نے کون سا ریا کاری کے لیے سامنے لانا ہے؟ آپ تو صرف مثال کے طور پر ہی دوسروں کو بتا رہے ہو۔' یہاں پہ لا کے شیطان انسان سے ریا کاری کروا لیتا ہے اور انسان

مثال کے طور پر بات کر کے دوسروں سے اجر چاہتا ہے۔ مثال دی جا سکتی ہے لیکن بات ہے نیت کی کہ کسی کام کو کرتے ہوئے نیت کیا تھی؟ اگر نیت لوگوں سے appreciation چاہنے کی تھی تو چاہے انسان کوئی بات بھی نہ کرے، ایک نیت کے خراب ہونے پر اُس کی پکڑ ہو جائے گی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''شیطان جس کا دوست بن گیا تو کتنا ہی برا دوست ہے!''

یہ شیطان کی دوستی کے نتائج ہیں۔ جو بھی شیطان کو اپنے قریب رکھے گا اس کے ایسے نتائج لازمی طور پر سامنے آئیں گے۔ ریا کار جو مال خرچ کر رہا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کا کوئی ایمان نہیں ہے، نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے نہ آخرت پر۔ کوئی انسان فیصلہ کرے تو بات فرق ہو جاتی ہے، یہاں رب نے فیصلہ کر دیا کہ ایسے فرد کا اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر کوئی ایمان نہیں ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے ریا کاری کون کرتا ہے؟ جس کے دل کے اندر ایمان کی تازگی نہیں ہوتی، جس کا یقین نہیں ہوتا، جس کو ایمان کی مٹھاس کا شعور نہیں ہے، جس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ سچا تعلق نہیں ہے، جس کا دل سخت ہے کفر میں، نفاق میں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مثال دی ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ

''اس کی مثال ایسی ہے جیسے چٹیل چٹان ہو۔''

یہاں پہ ریا کاری کی مثال کو ہم دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ریا کاری کو چٹان سے مثال دے کر سمجھایا ہے کہ یہ دراصل بری نیت ہے۔ بری نیت کے ساتھ اگرچہ کچھ اچھے کام ہو بھی جائیں تو فائدہ نہیں لے کر آتے۔ چٹان سختی کی علامت ہے، سنگدلی کی علامت ہے، نیت اور جذبے کی خرابی ہے۔ جیسے چٹان پر کچھ اُگنا ممکن نہیں ہوتا ایسے ہی نیت کی خرابی کے

ساتھ کوئی عمل صالح نہیں ہو سکتا، وہ پھلتا پھولتا نہیں، نہ اس کا دنیا میں فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتایا ہے کہ ایک انسان نیت کی خرابی کے ساتھ اگر انفاق کرے تو وہ انفاق ہوتا تو ہے، پھلتا پھولتا نہیں ہے، اس کا فائدہ نہیں ہوتا۔

پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں دوسری مثال دی ہے کہ اس چٹان پر مٹی ہو۔ یہاں مٹی کی تہہ سے مراد نیکی کی ظاہری شکل ہے۔ یعنی جو تھوڑی سی مٹی جم گئی، یہ بظاہر نظر آنے والی نیکیاں ہیں۔ رب العزت یہ فرماتے ہیں:

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا

''پھر تیز موسلا دھار بارش ہوگئی اس نے اسے چٹیل چٹان بنا دیا۔''

ساری مٹی بہہ گئی۔ بارش ہونے پر تو زمین کو لہلہانا چاہئے لیکن تیز بارش آئی تو اس کی وجہ سے پہلے سے موجود مٹی بھی بہہ گئی کیونکہ اس کے نیچے کچھ نہیں تھا اور نیچے چٹان تھی۔ زمین کے اندر بارش کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو انسان کے کام درست نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر اگر اچھی نیت نہیں ہے تو عمل کا اجر نہیں مل سکتا۔ ایک انسان کی نیت میں خرابی ہے، جذبے میں خرابی ہے تو اس کی وجہ سے صدقہ پھلتا پھولتا نہیں ہے۔ صدقے کے اندر صلاحیت ہے، وہ نیکیوں کو نشو ونما دے سکتا ہے لیکن اس وقت جب وہ نیکی ریاکاری سے نہ کی گئی ہو، جب نیت نیک ہو۔ صدقہ جو ریاکاری سے کیا جائے صرف مال کا ضیاع ہے، مال کی بربادی ہے، ہلاکت ہے اور اس سے کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا۔ یہاں اس مثال سے ہم نے دیکھا کہ ایک صدقہ ایسا ہے جو نیت کی خرابی کے ساتھ کیا جاتا ہے، ریاکاری کے ساتھ کیا جاتا ہے، وہ صدقہ پھلتا پھولتا نہیں ہے، اس کا اجر نہیں ملتا، نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ پھر رب العزت فرماتے ہیں:

لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا

”جو کچھ انہوں نے کمایا ہے اس پر وہ کوئی قدرت نہیں رکھیں گے۔“

یعنی اس کا اجر اُنہیں نہیں ملے گا۔ کمایا کیا تھا؟ نیکیاں، بھلائیاں۔ امید یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر ملے گا لیکن اس کا کوئی اجر نہیں ملا۔ ایسا کیوں ہوا؟ اندر نیت ٹھیک نہیں تھی اور اعمال تو نیتوں سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اگر ایک انسان ظاہری طور پر کوئی نیک کام کر رہا ہو اور اس کے اندر نیکی کا رجحان نہ ہو، خیال نہ ہو، نیت نہ ہو تو یہ کہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ظاہری دینداری کا کام ہے؟ کبھی ایک انسان کوئی ایسا عمل کر بیٹھتا ہے جس سے اس کے صدقے کی حیثیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ فرض کریں کہ کسی نے صدقہ کیا اور اب اس کے سامنے کوئی دل کو ٹھیس پہنچانے والی بات آ گئی اور آئی بھی اس طرف سے ہے جس طرف صدقہ کیا ہے۔ اب اگر وہ غصے میں آ کر طوفان کھڑا کر دے تو سمجھ لیں کہ یہ نیکی کے خالص جذبے کے تحت کیا گیا صدقہ نہیں تھا۔ انسان کو صدقہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو دیکھنا چاہئے کہ اُس کے لیے کسی کی بات قابلِ برداشت ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی تو اس کا مطلب ہے کہ یہاں پر نیت نیک نہیں ہے، لہٰذا نیت کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح جب کوئی سوالی یا فقیر سوال کرتا ہے تو جواب دینے والا جو جواب دیتا ہے اس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ ظاہری دین داری کا کام ہے یا اس میں سچا جذبہ شامل ہے؟ ظاہری طور پر دیندار شخص ہے اس وقت کچھ اور چاہے گا، اس کا مقصد فرق ہوگا، اُس کے روئیے میں بھی تبدیلی آ جاتی ہے اور at the spot اندازہ ہو جاتا ہے۔ جیسے رشوت خور بعض اوقات red handed پکڑے جاتے ہیں جب پولیس کے لوگ سادہ کپڑوں میں آ کر کھڑے ہوتے ہیں، ایسے ہی ایک انسان اپنی ظاہری دینداری کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے۔ دل کے اندر اگر جذبۂ خیر نہ ہو تو دوسروں کو بھی پتہ چلتا ہے حالانکہ انہوں نے پتہ چلا کے کچھ کرنا نہیں ہوتا لیکن انسان اپنے آپ کو دیکھے کہ کہیں میں ظاہری دیندار تو نہیں ہوں؟ سوال

کرنے والے کو میں کیسا جواب دیتا یا دیتی ہوں؟ اور یہ کہ جس پر میں صدقہ کرتا یا کرتی ہوں، وہ اگر میرے دل کو ٹھیس پہنچا دے تو اس کے ساتھ میرا رویہ کیسا ہوتا ہے؟ آپ کو خود ہی پتہ لگ جائے گا کہ سچا جذبہ ہے یا اوپر والا جذبہ ہے، ظاہری دینداری ہے؟

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ يَمِيْنُهُ . وَقَوْلُهُ تَعَالَى : " اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ صلے وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ) (البقرہ: 271)(صحيح بخاری، كتاب الزكاة، باب13صدقة السر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے صدقہ کیا اور اسے اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اگر تم صدقہ کو ظاہر کر دو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر دو اور فقراء کو دو تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح خبردار ہے۔“

دوسری طرف دیکھئے ریاکاری کے مقابلے میں چھپا کر صدقہ دینا۔ انسان کے نفس کا علاج اسی طرح ہوتا ہے کہ وہ چھپا کر دے۔ اللہ تعالیٰ کو پتہ لگ گیا اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ گناہ مٹاؤں گا اور تمہیں پورا اجر بھی دوں گا۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ : اِمَامٌ عَدْلٌ وَّشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ

وَّجِمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ . (صحیح بخاری: 1423)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا: انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔''

صدقہ کر کے چھپانا انسان کو فائدہ دیتا ہے، اس کے رب اور آخرت پر ایمان کو ثابت کرتا ہے اور گناہ بخشوانے کے لیے مفید ہوتا ہے لیکن ریا کاری اس عمل کو ضائع کر دیتی ہے۔

عَنْ شَدَّادَ بْنِ اَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ : مَنْ صَلّٰى يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ . (مسند احمد، الترغیب والترھیب: حدیث 43)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے

شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔“

یوں ہمیں پتہ لگتا ہے کہ ریا کاری اعمال کو ضائع کر دیتی ہے۔ یہ مثال تھی مال کے ضائع ہونے کی کہ ایک انسان انفاق کرے اور وہ انفاق اس کے کسی کام نہ آئے، الٹا نقصان دہ ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں دوسری مثال دی ہے۔ فرمایا:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ ۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (265)

”اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب اور اپنے نفس کو پختہ کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک ایسے باغ کی طرح ہے جو اونچی جگہ پر ہو، اسے زور کی بارش پہنچے تو اپنا پھل دوگنا لائے۔ پھر اگر اسے زور کی بارش نہ پہنچے تو ہلکی پھوار ہی۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں خرچ کرنے کے حوالے سے ایک اور angle سے بات کی گئی ہے۔ یہ بھی وہ شخص ہے جو مال خرچ کرتا ہے اور وہ اکیلا نہیں ایسے بہت سارے اشخاص ہیں۔ ایک بڑی باریک سی بات ہے جس پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ریا کار انسان کی مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

”اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ یہاں واحد کا صیغہ لے کر آئے ہیں لیکن دوسری طرف جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرتے ہیں:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ

''مثال ان لوگوں کی جو سب خرچ کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے خرچ کرنے والوں کی مثال دی ہے۔ کس چیز کو خرچ کرتے ہیں؟ اپنے مالوں کو۔ پھر اس میں خرچ کرتے ہوئے نیت کی بات کی ہے:

1. ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

''اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں۔''

2. وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنفُسِهِمْ

''اپنے نفس کے ثبات کے لیے۔''

ان کی مثال ایسی ہے جیسے سطح مرتفع پر ایک باغ ہو، اونچی جگہ پر جس پر تیز بارش ہوتی ہے تو دوگنا پھل لاتا ہے اور اگر تیز بارش نہیں بھی ہوتی تو ہلکی پھوار ہی کافی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ جن باتوں پر ہم غور و فکر کریں گے:

1۔ اللہ کی رضا کی طلب۔

2۔ نفس کا ثبات۔

3۔ مثال میں آنے والے الفاظ مثلاً ربوہ، وابل، دوہرا پھل اور طل یعنی ہلکی پھوار۔

پہلی بات توجہ طلب ہے۔

''وہ لوگ جو اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی مرضی کے لیے کون خرچ کرتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔

پہلے دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرنے کا مطلب کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ انسان کے سامنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات چھپی ہوئی ہے۔ انسان جب کسی چھپی ہوئی حقیقت کے لیے خرچ کرتا ہے تو دراصل نظر آنے والی دنیا پر چھپی ہوئی دنیا کو ترجیح دیتا ہے اور ایک انسان جب اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ترجیح دیتا ہے، دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑا مان لیتا ہے۔ یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ انسان عمل کر سکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت روشن ہو، جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق بنایا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی کے لیے خرچ کرنے والے کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرتا ہے اس کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ وہ مارے محبت کے خرچ کرتا ہے۔ اس بھرے ہوئے دل کی کیفیت کو کسی عام صورتحال سے بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جیسے ماں کا دل ممتا سے بھرپور ہوتا ہے تو وہ کیفیت کیسی ہوتی ہے؟ ماں جس وقت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے عین دودھ پلانے کی کیفیت میں اسے بچے پہ بہت پیار آتا ہے۔ پھر وہ اس سے کیسی باتیں کرتی ہے؟ میٹھی باتیں۔ اس سے باتیں بھی کرتی ہے اور اس موقع پر وہ اپنے اردگرد والوں پر بھی غصے کا اظہار نہیں کرتی کیونکہ اس کا دل ممتا سے بھرپور ہے، محبت سے بھرپور ہے۔ ایسے ہی جو انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اس کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور وہ دوسرے فرد کے سامنے جھک کے خرچ کرتا ہے، اُس کے سامنے بچھ جاتا ہے کہ کسی طرح وہ اسے قبول کر لے، اس لیے کہ اسے پتہ ہے کہ میں نے کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں بلکہ رب کے ہاتھ میں پکڑانا ہے۔

اسی طرح ایک انسان کے دل کو پورا یقین ہوتا ہے کہ جو میں کروں گا اس کا پورا پورا اجر مجھے ملے گا۔ اجر کے ضائع ہونے کا اسے ذرا سا بھی اندیشہ نہیں ہوتا اور خرچ کرنے سے اس کے دل کو تر و تازگی ملتی ہے، وہ fresh ہو جاتا ہے، ایسے جیسے بہت بڑا بوجھ تھا اس کے اوپر جو اس نے ہلکا کر دیا اور اپنے آپ کو آزاد کروالیا۔

رسول اللہ ﷺ کے خرچ کو دیکھئے:

غزوۂ حنین میں 6 ہزار قیدی اور 24 ہزار اونٹ 40 ہزار بکریاں اور چالیس ہزار اوقیہ چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔ سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا اور خود خالی واپس تشریف لائے۔" (صحیح بخاری:4337)

ایک دفعہ بحرین سے خراج کا مال آیا اور مسجد کے صحن میں زر و سیم کا انبار لگ گیا۔ نبی ﷺ صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس ڈھیر کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اس انبار کی طرف آ بیٹھے اور تقسیم فرمانے لگے۔ جو آتا اسے بے حساب دیتے۔ تھوڑی دیر میں سب ختم ہو گیا اور آپ ﷺ دامن جھاڑ کر خالی ہاتھ تشریف لے گئے۔" (صحیح بخاری:421)

یہ رسول اللہ ﷺ کا خرچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے اس کی محبت سے بھرا ہوا دل کیسے لٹانا چاہتا ہے!

عَنْ اَبِی مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ فَقَالُوْا : مُرَائِيٌ ، وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا : اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا ، فَنَزَلَتْ :

"اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقَاتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ" الآیة (التوبه:79)(صحیح بخاری: 1415)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جب آیتِ صدقہ نازل ہوئی تو ہم بوجھ ڈھونے کا کام کیا کرتے تھے (تاکہ اس طرح جو مزدوری ملے اسے صدقہ کر دیا جائے۔) اسی زمانے میں ایک شخص (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) آیا اور اس نے صدقے کے طور پر کافی چیزیں پیش کیں۔ اس پر لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ یہ آدمی ریاکار ہے۔ پھر اور شخص (ابوعقیل نامی) آیا اور اس نے صرف ایک صاع کا صدقہ کیا۔ اس کے بارے میں لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک صاع صدقہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں: وہ لوگ جوان مومنوں پر عیب لگاتے ہیں جو صدقہ زیادہ دیتے ہیں اور ان پر بھی جو محنت سے کما کر لاتے ہیں (اور صدقہ کرتے ہیں) آخر تک۔"

عَنْ اَبِی مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَآ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَآ اِلَی السُّوْقِ فَیُحَامِلُ فَیُصِیْبُ الْمُدَّ وَاِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْیَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ. (صحیح بخاری: 1416)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہم میں سے بہت سے بازار جا کر اٹھانے کی مزدوری کرتے اور اس طرح ایک مد (غلہ یا کھجور وغیرہ) حاصل کرتے (جسے صدقہ کر دیتے) لیکن آج ان میں سے بہت سوں کے پاس لاکھ لاکھ (درہم یا دینار) موجود ہیں۔"

یہاں یہ خاص بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں انسان خرچ کرنے کے لیے اپنے پاس کچھ نہ پائے تب بھی راستہ نکل آتا ہے۔انسان محنت کرے، مزدوری کرے، کوئی راستہ نکالے، کہیں سے کچھ کمائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردے۔جس کو صدقے کی حیثیت کا پتہ چل جاتا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگانا چاہتا ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ : لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ : تُصُدِّقَ عَلٰی سَارِقٍ . فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ ، لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ زَانِیَةٍ فَأَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ : تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰی زَانِیَةٍ . فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ ، عَلٰی زَانِیَةٍ ، لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ فَأَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ : تُصُدِّقَ عَلٰی غَنِیٍّ . فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ ، عَلٰی سَارِقٍ وَّعَلٰی زَانِیَةٍ وَّعَلٰی غَنِیٍّ ، فَأُتِیَ فَقِیْلَ لَهُ : أَمَّا صَدَقَتُکَ عَلٰی سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ یَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ ، وَامَّا الزَّانِیَةُ فَلَعَلَّهَا اَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا ، وَأَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ یَعْتَبِرَ فَیُنْفِقَ مِمَّآ أَعْطَاهُ اللهُ . (بخاری: 1421)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص نے (بنی اسرائیل میں سے) کہا کہ مجھے ضرور صدقہ (آج رات) دینا ہے۔چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (ناواقفی سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے ہی لیے

ہیں (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا: اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے، میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ اچھا آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چنانچہ اپنا صدقہ لیے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر ذکر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے۔ میں اپنا صدقہ (لاعلمی سے) چور، فاحشہ اور مالدار کو دے آیا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے تو اس میں اس کا امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اس طرح فاحشہ کو صدقہ کا مال مل جانے پر اس کا امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار کے ہاتھ میں چلے جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ عزوجل نے اسے دیا ہے، وہ خرچ کرے۔"

اس روایت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک انسان کو صدقہ کرنے کے بعد اس بات کی فکر نہیں کرنی چاہئے کہ میں نے جہاں صدقہ کیا ہے وہ جگہ درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کا اجر محفوظ ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے دیا تو اللہ تعالیٰ کو وہ پہنچ گیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کی مثال دی گئی ہے کہ وہ تو ایک باغ کی طرح ہے کَمَثَلِ جنَّةٍ...

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کے اسی رکوع کے آغاز میں جب انفاق کے اجر کی مثال سے آغاز کیا تو فرمایا:

كَمَثَلِ حَبَّةٍ

''ایک دانے کی طرح ہے۔''

اب دانہ تو پورا باغ ہی بن گیا۔اللہ تعالیٰ نے باغ کے ساتھ مثال دی ہے کہ صدقہ کرنے والے کا دل سرسبز وشاداب باغ کی طرح ہے، کھلا ہوا باغ۔اس کے دل میں ایمان کی تر وتازگی ہے۔

باغ زرخیز ہے یعنی دل بڑا زرخیز ہے، دل ایمان والا ہے،اس کے اندر نیکیاں کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔دل کی زمین کی مٹی گہری ہے یعنی ایمان اندر گہرا اترا ہوا ہے۔یہ ساری چیزیں ہی تو ضروری ہیں کسی باغ کے دوہرا پھل لانے کے لیے اس لیے فرمایا کہ ایمان اندر گہرا اترا ہوا ہے اور دل کی زمین بھی زرخیز ہے یعنی نیکیاں کرنے کی صلاحیت بھی ہے۔

باغ اونچے مقام پر ہے یعنی اس دل کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند ہے۔

باغ پر بارش سے مراد ہے صدقہ کرنے کی خالص نیت، انتہائی جذبۂ خیر۔نیک نیتی دل کو سیراب کر دیتی ہے۔دل کو نئی زندگی ملتی ہے۔صدقہ دل کو پاک کر دیتا ہے۔

زور کی بارش سے مراد ہے زیادہ جذبۂ خیر۔نیکی کرنے کا بہت strong جذبہ۔جتنا جذبہ گہرا ہوگا، جتنا ایمان گہرا ہوگا، اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق زیادہ مضبوط ہوگا۔تسلسل دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوجائے ،بندے کا مال پاک ہوجائے اور اللہ تعالیٰ بندے سے راضی بھی ہوجائے۔زور کی بارش سے بہت سے اجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔امتِ مسلمہ کی اجتماعی زندگی میں بھی پاکیزگی پیدا ہوجاتی ہے۔ایسے افراد کی وجہ سے معاشرہ پاکیزہ ہوتا ہے اور اجتماعی روابط بڑھتے ہیں۔جتنی جذبۂ خیر میں گہرائی ہوتی ہے، جتنا وہ strong ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے پھل بھی اتنے ہی زیادہ دِکھلاتے ہیں۔

مثال کے طور پر کوئی انتہائی جذبۂ خیر کی وجہ سے فقراء پر خرچ کرنا چاہتا ہے یا ضعیف لوگوں پر یا یتیموں پر یا مسکینوں پر۔اس خرچ کی وجہ سے اس کے روابط بڑھتے ہیں۔اس society میں بہت سارے ایسے افراد پائے جاتے ہیں جنہیں اپنے علاقے کی پوری خبر ہوتی ہے کہ اس میں کون کون سا ایسا گھرانہ ہے جہاں بیوہ خواتین پائی جاتی ہیں؟ کون کون سا ایسا گھرانہ ہے جہاں یتیم بچے پائے جاتے ہیں؟ کس کس گھر کے اندر کون کون افراد کام کرتے ہیں اور ان کے گھریلو حالات کیسے ہیں؟ یہ پتہ کروانا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔جس کو صدقہ کرنا ہے وہ یہ بھی تو دیکھے گا کہ کہاں ہیں صدقہ لینے والے؟ گھر بیٹھ کے اطمینان سے یہ کہہ دینا کہ ہمیں تو کوئی ملتا ہی نہیں، کہاں بھیجیں؟ یہ ایسے شخص کی بات ہو سکتی ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور یومِ آخر پر ایمان ہی نہ ہو کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہو گا اس کو تو فکر لاحق ہو گی، وہ تو تلاش کرنے کے لیے نکل جائے گا۔پھر اسے دیکھا جاتا ہے کہ کہیں وہ محبت کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ کسی کو لباس فراہم کر رہا ہے، کسی کو کھانا کھلا رہا ہے، کسی کے بچے کی فیس ادا کر رہا ہے، کسی کی دوسرے معاملات میں مدد کر رہا ہے، کسی کی دوا کا بندوبست کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اب جتنے لوگوں کے ساتھ وہ نیکیاں کر رہا ہے ان سے اس کے تعلقات مضبوط ہوتے چلے جائیں گے۔اس طرح اجتماعی رابطے مضبوط ہوتے ہیں، محبت کی فضا پروان چڑھتی ہے اور پھر اگر سارے ہی لوگ ایسے کام کرنے لگ جائیں تو امتِ مسلمہ کتنی strong ہو جائے کہ ہر مضبوط حصہ ہی ہر کمزور حصے کی حفاظت کرتا ہے۔مال والے مال کے اعتبار سے مضبوط ہوتے ہیں لہٰذا جن کو مالی کمزوری لاحق ہے ان کی وہ مدد کرتے ہیں۔

اس مثال کے اندر یہ بات کہی گئی:

كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ج

''(اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خرچ کرنے والے کی مثال) اس باغ کی طرح ہے جو اونچی جگہ پر ہو۔ اسے زور کی بارش پہنچے تو اپنا پھل دوگنا لائے۔''

یعنی دل کا مقام اونچا ہے اور اس دل پر زور سے بارش ہوتی ہے یعنی اس کے اندر بے انتہا خیر کا جذبہ پروان چڑھتا ہے تو وہ دوہرا پھل لے کے آتا ہے یعنی خود اس کو بھی فائدہ پہنچتا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس کا ذاتی فائدہ بھی ہوتا ہے اور پورا معاشرہ بھی فائدہ حاصل کرتا ہے۔ پھر فرمایا:

فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ

''پھر اگر اسے زور کی بارش نہ پہنچے تو ہلکی پھوار ہی۔''

یعنی اتنا جذبۂ خیر نہ ہو لیکن جتنا بھی ہو خالص ہو۔ ہلکی پھوار سے مراد ایسا صدقہ ہے جس میں نیکی کے جذبے کی زیادہ شدت نہیں ہوتی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہلکی پھوار کیسے کافی ہو جاتی ہے؟ مٹی میں اگر پہلے سے نمی موجود ہو یعنی ایمان کی حرارت ہو تو جذبۂ خیر زیادہ شدت نہ بھی رکھتا ہو تب بھی پھل اُگتے ہیں یعنی انسان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، تھوڑی نیکی کا بھی اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ پھر فرمایا:

وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ

''اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

وہ دل بھی دیکھتا ہے اور عمل بھی۔ یہاں یہ دیکھئے گا دل میں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جانتے ہیں دوسری چیز کیا ہے؟:

وَتَثۡبِیۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ

''اور ان کے نفس کے اندر جماؤ ہے۔''

قرار ہے، ٹھہراؤ ہے اور ثابت قدمی بھی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ عارضی طور پر اچانک کوئی

جذبہ دل کے اندر پیدا ہوا اور پھر اس کے بعد کبھی سوچا ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرنا چاہئے۔

وَتَثۡبِيۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ

''اور ان کے دل کے اندر ثبات ہے۔''

وہ نفس کی پختگی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ نیکی پر ثابت قدم رہیں اسی لیے دیتے رہتے ہیں تاکہ اور نیکیاں کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ یہاں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انفاق کرنے والے کو اور نیکیاں کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ یہاں سے ایک بڑی بات پتہ چلتی ہے کہ انفاق سے انسان کو ثابت قدمی ملتی ہے۔ ایمان میں ثبات انفاق کی وجہ سے آتا ہے۔

یہاں ایک بہت ہی اہم بات کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کی زندگی میں انسان کبھی کبھار [casually] عارضی طور پر [temporarily] نیکی کے کام کر لیتا ہے، اس میں آسانی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دل کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ پھر دل کے ثبات کے لیے انسان کیا کرے؟ اسے چاہئے کہ ایک تو انفاق کرے اور دوسرے دُعا کرے۔ رسول اللہ ﷺ کثرت سے یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰى دِيْنِكَ (ترمذی:3587)

''اے دلوں کو پلٹنے والے! تو ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا۔''

کون سی چیز ہے جو انسان کو جمنے نہیں دیتی؟ اور کون سی چیز ہے جو انسان کو ایمان میں ثبات عطا کرتی ہے؟ دونوں چیزیں توجہ طلب ہیں۔ خواہش پرستی انفاق اور ایمان پر جمنے نہیں دیتی اور انسان خواہشات کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ انسان جو عمل کرتا ہے اس کے ساتھ وہ اگر اس کے حق میں اپنی قوت ارادی کو مضبوط کرے تو اس کا دل آہستہ آہستہ ایمان پر جمنے لگتا

ہے، جب وہ اللہ تعالیٰ کی چاہت کو سامنے رکھے۔ سادہ سی بات ہے ایک انسان کی اپنی چاہت ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے۔ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ایک بہت پیاری روایت لاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک میری چاہت ہے اور ایک تیری چاہت ہے۔ اگر تو اپنی چاہت کے پیچھے بھاگے گا تو میں تجھے تھکا دوں گا اس سے جو تیری چاہت ہے۔ انسان واقعی دنیا میں اپنی چاہتوں کے پیچھے بھاگ بھاگ کے تھک جاتا ہے۔ ذرا پیچھے مڑ کے تو دیکھیں کتنا تھکا دیا اپنی چاہتوں نے، خواہش پرستی نے! اس تھکاوٹ کے اثرات چہروں پر ہیں۔ کتنی عمر بیت گئی ان چاہتوں کے پیچھے! اور اگر اللہ تعالیٰ کی چاہت کو انسان پیشِ نظر رکھے تو اسے ثبات ملتا ہے، قرار ملتا ہے، اس کے ایمان میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور اسے ثابت قدمی بھی نصیب ہوتی ہے۔

انسان جب تھوڑے درجے کا عمل کرتا ہے تو تھوڑی ثابت قدمی ملتی ہے، جب بڑا کام کرتا ہے تو بڑی ثابت قدمی ملتی ہے۔ جب انسان آسان حالات میں خرچ کرتا ہے تو چھوٹی ثابت قدمی ملتی ہے اور جب مشکل حالات میں خرچ کرتا ہے تو زیادہ ثبات نصیب ہوتا ہے اور انسان مشکلات کے بعد سنورتا ہے۔ وہ مشکل میں خرچ کر کے اپنے ارادے کو اور زیادہ پختہ کر لیتا ہے۔ عام طور پر لوگ ہمیشہ آسان حل کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آسانی سے تھوڑا ملے گا اور مشکل کاٹ کے زیادہ ملے گا۔ لہٰذا اب خود فیصلہ کر لیں کہ زیادہ ثابت قدمی چاہئے یا تھوڑی؟ تھوڑی چاہئے تو آسانی سے خرچ کر لیں اور زیادہ چاہئے تو مشکل حالات میں خرچ کر لیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے آسان راستے تو ہر ایک کو پتہ ہیں، مشکل راستے کون سے ہیں؟ جس مد میں خرچ کرنا دنیاوی اعتبار سے بے فائدہ ہو۔ مثال کے طور پر رشتہ داروں پر خرچ کریں تو تعلقات سنورتے ہیں۔ اسی طرح معاشرے کے دیگر افراد پر خرچ

کریں تو اس کے کچھ نہ کچھ اثرات ضرور نظر آتے ہیں لیکن کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی فائدہ دنیا میں انسان کو نصیب نہیں ہو سکتا، اس مد میں خرچ کرنا زیادہ مشکل ہے۔اسی طرح جہاں خرچ کرنے کو دل نہ چاہے، یہ مشکل راستہ ہے۔جب ایک انسان جہاں دل نہیں چاہتا وہاں سب کچھ نکال کے اللہ تعالیٰ کے لیے دے دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ثبات عطا کرتا ہے۔اسی طرح ایک انسان جب اس شخص کے لیے خرچ کرتا ہے جس سے اچھا معاملہ کرنے پر اس کی طبیعت آمادہ نہ ہو، جو محروم کرے اور عطا نہ کرے، وہاں خرچ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔لہٰذا جہاں ایک انسان کے لیے خرچ کرنا مشکل ہو، جہاں اسے اس کا ظاہری طور پر کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو، وہاں خرچ کرنا انسان کے ایمان میں ثابت قدمی کا باعث بنتا ہے۔

فرض کریں کہ جن رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات ٹھیک نہیں ہیں، بڑی مدت سے جن سے تعلق کٹ گیا، ان سے ناراضگی ہے، کٹ کے رہنا چاہتے ہیں، اب اگر ان کو کوئی تحفہ بھیجنا چاہیں، پھر اپنے دل کی حالت دیکھیں کہ دل کیا کہتا ہے؟ 'کیسے بھیجوں؟' حالانکہ ابھی تو بھیجنے کا موقع آیا ہے، ابھی تو فائدہ ہو گا لیکن انسان اس دل کے ہاتھوں پریشان ہو جاتا ہے کہ 'کیسے بھیجوں؟' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں۔ مال جوڑتا ہے، اس سے دلوں کے اندر نرمی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح اللہ کے دین کی اشاعت کے کاموں میں خرچ کر کے ایک انسان کا دل تنگ پڑتا ہے۔اسے وہ رزلٹس سامنے نظر بھی آتے ہیں لیکن اتنی understanding نہ ہو تو دل کے اندر تنگی آتی ہے کہ یہاں خرچ کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ دل کی اس تنگی کو کہاں سے feel کر سکتے ہیں؟ اس کا پتہ یوں چلتا ہے کہ دل میں طرح طرح کے وسوسے اور خیال آتے ہیں۔مثال کے طور پر کسی نے کوئی گاڑی دین کے کاموں کے لیے لے کر دی لیکن اگر

اس کو یہ فکر پڑ جائے کہ وہ گاڑی کہاں کہاں استعمال ہوتی ہے؟ اور وہ حساب کتاب لینے کے لیے پہنچ جائے تو سمجھ لیں کہ شیطان نے حملہ کر دیا۔ یہ معاملہ اب انسان کے لیے مشکل ہو گیا۔ اس نے پہلی مشکل کو تو سر کر لیا، اللہ کے دین کے لیے خرچ کرنے کا step تو لے لیا لیکن ہوتا یہ ہے کہ انسان مشکل گھاٹی عبور کر بھی جاتا ہے تب بھی شیطان اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اس طرح انسان کسی ایسی مد میں خرچ کر بیٹھے جس کے فوائد اس پر نہیں کھلتے تو وہاں اس کے لیے خرچ کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور آئندہ وہ وہاں خرچ نہیں کر سکتا۔

اسی طرح جیسے دین کی ترویج واشاعت کے اور بہت سے کام ہیں، پرنٹنگ اور ریکارڈنگ کا کام ہے، مدارس یا دین کے مراکز بنانے کا کام ہے یا اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تمام دنیا تک پہنچانے کے لیے مختلف channels قائم کرنے کا کام ہے یعنی نشر واشاعت کے جتنے بھی کام ہیں وہ اسی زمرے میں آجاتے ہیں۔ یہاں پر مال لگاتے ہوئے دل کے اندر تھوڑی گھٹن آتی ہے حالانکہ یہ گھٹن والا کام کر لینے میں زیادہ فائدہ ہے، اس کی وجہ سے دل کو زیادہ ثبات نصیب ہوتا ہے۔

اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کرنا انسان کو تھوڑا سا مشکل محسوس ہوتا ہے کیونکہ اسے یہ پتہ نہیں چلتا کہ جو مال میں نے خرچ کیا اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ ہر انسان کی understanding ایک برابر نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس مد میں مال لگاتے ہوئے انسان تھوڑا سا concious ہو جاتا ہے اور اسے تھوڑا مشکل لگتا ہے۔ اصولی طور پر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تو تحقیقاتی مراکز قائم ہونے چاہئیں۔ اس کے لیے اسلحے کی فراوانی ہونی چاہیے۔ اس کے لیے تو سب کو مل کر مال لگانا چاہیے لیکن جب لوگوں کے دلوں میں یہ باتیں آنا شروع ہوتی ہیں کہ اس کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ اور ہم تو پہلے ہی اتنے کمزور ہیں، الٹا پوری دنیا ہم پہ چڑھائی کرنے کے لیے آگئی ہے، چند سرپھروں کے لیے ہم مال لگا

کر کیا کریں گے؟‘ جب ایسے خیال دل میں آنے شروع ہوں تو جان لیجئے کہ یہی دراصل خرچ کرنے کا موقع ہے، یہی راستہ ہے جہاں شیطان جانے نہیں دینا چاہتا۔ جہاں وسوسے زیادہ آتے ہیں، جہاں خیال زیادہ آتے ہیں، جہاں خرچ کرنا مشکل لگتا ہے اور پھر جو لوگ جہاد کے لیے جاتے ہیں، ان کے پیچھے ان کی family کو support کرنے کا کام بہت مشکل لگتا ہے اور اس مشکل کام کو کرنے سے ثابت قدمی ملتی ہے۔

مجھے میری ایک student نے بتایا کہ ایک صاحب تبلیغی جماعت کے ساتھ تبلیغ کرنے کے لیے گئے، ڈاکٹر تھے، انہیں اپنا کلینک بند کرنا پڑا اور تین ماہ تک واپس نہیں آئے۔ انہوں نے جاتے ہوئے بیوی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تو ہرگز اجازت نہیں دوں گی۔ ایک لمبا ٹائم گزارنا تھا، گھر کے اخراجات اپنی جگہ پر تھے اور اب آمدنی کا کوئی source نہیں تھا۔ جو لوگ بہت زیادہ بچا کے نہیں رکھتے ان کے معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ جب ہوتا ہے تو بہت ہوتا ہے اور جب نہیں ہوتا تو کچھ نہیں ہوتا۔ ان کے لیے تو دو وقت کا کھانا پورا کرنا بھی بہت مشکل ہو گیا۔ کہتی ہیں کہ میرے والد صاحب نے اس فیملی کا اتنا دھیان رکھا، ان کے بچوں کی فیسیں بھی اور گھر کے باقی اخراجات بھی اور گھر والوں کو یہ بتایا کہ میرے دوست (ڈاکٹر صاحب) ہی نے مجھے یہ amount بھجوائی ہے۔ گھر والوں نے بھی تسلی کے ساتھ وہ amount استعمال کی کہ ان کو تو ہمارا بہت خیال ہے اور دلوں کے اندر تلخی بھی پیدا نہیں ہوئی جبکہ یہ وہ موقع تھا جہاں پر اپنے دل کو بچانا بہت مشکل تھا لیکن ایمان پانا اور ایمان کے بلند درجے تک جانا یہ کوئی آسان کام ہے؟ آسانی سے انسان تھوڑا ہی پہنچتا ہے۔ ایسی مشکلات برداشت کر کے، مشکل کام کر کے انسان ایمان کی peak تک پہنچ جاتا ہے۔ جو ایمان میں اضافہ چاہے، جو ایمان میں ثبات چاہے اس کے لیے پھر مشکل مقامات تلاش کرنا لازم ہیں لیکن جو آسان مقامات پر ہی پھسل جائے وہ مشکل مقامات، مشکل گھاٹی کو

کیسے عبور کرسکتا ہے؟ مشکل مقامات میں سے ایک مقام وہ ہے جس کا تذکرہ قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَۃُ ط فَکُّ رَقَبَۃٍ لا اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ (البلد: 12-14)

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو چھڑانا۔ یا فاقے کے دن کھانا کھلانا۔''

اپنے جیسوں کو کھانا کھلانا بہت آسان ہے، دعوتیں کرنا بہت آسان ہے لیکن فقراء کو کھلانا مشکل ہے جن کے پاس کچھ نہیں کیونکہ واپس کچھ بھی نہیں آنا، انہوں نے اس کے بدلے میں کچھ بھی نہیں دے سکنا۔ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ پھر اسے ایمان سے نوازتا ہے۔ ایسے ایمان ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ

''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔''

اس بات کو پڑھ کے تو دل جیسے مطمئن [satisfied] ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اس آیت کے انسان کے قلب پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اُسے satisfaction نصیب ہوتی ہے، شکر ہے جو کرتے ہیں رب جانتا ہے، وہ دیکھتا ہے اور رب راضی ہو جائے گا، وہ اچھا بدلہ عطا کرے گا۔ جو خالص ایمان رکھنے والے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے احساس سے وہ بھی چونک اٹھتے ہیں کہ وہ دیکھتا ہے اور یوں اپنی نیت کی وہ بھی اصلاح کر لیتے ہیں۔

دو مثالیں ہم نے دیکھیں۔ پہلی مثال تھی ریاکار کی اور دوسری مثال تھی اللہ تعالیٰ پر جان نچھاور کر دینے والے کی، اس کی رضا کے حصول کے لیے سب کچھ لٹا دینے والے کی، وہ

جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے، وہ جو اپنے نفس کا ثبات چاہتا ہے کہ کاش میں نیکی کے کاموں پر پختہ رہوں! کتنے ہی لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نیکی کے راستے پہ چلتے ہیں لیکن پتہ نہیں ثابت قدمی کیوں نہیں آتی؟ کرتے ہیں، پھر پھسل جاتے ہیں، پھر کرتے ہیں، پھر پھسل جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ثبات کا راستہ انفاق کا راستہ ہے۔ انفاق کرنے سے ہی انسان جمتا ہے۔

تیسری مثال ہے:

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۙ لَہٗ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَہُ الۡکِبَرُ وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَآءُ ۪ۖ فَاَصَابَہَاۤ اِعۡصَارٌ فِیۡہِ نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَتَفَکَّرُوۡنَ (266)

"کیا تم میں سے کوئی ایک یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک ایسا باغ ہو جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں؟ اس کے لیے اس میں ہر طرح کے پھلوں میں سے ہوں اور اس تک بڑھاپا پہنچ جائے اور اس کے لیے کمزور بچے ہوں۔ پھر اس باغ تک ایک ایسا بگولہ پہنچ جائے جس میں آگ ہو، پھر وہ جل جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات بیان کرتا ہے تا کہ تم غور وفکر کرو۔"

آیت میں توجہ طلب باتیں دیکھیے گا: ایک اور باغ ہے جہاں کھجور کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ ذرا تصور میں لائیں وہ جگہ جہاں اونچی اونچی کھجوریں ہیں، جہاں انگور کی بیلوں کے گچھے ان درختوں کے درمیان لگے ہوئے ہیں، جہاں نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں ہر طرح کے پھل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس باغ میں لے جا کے انسان کو کھڑا کر دیتے ہیں کہ لو دیکھو! اب تم بوڑھے ہو گئے، باغ تمہارا ہے اور تم بوڑھے ہو گئے، تمہاری اولاد بہت ضعیف ہے اور

اچانک کیا ہوتا ہے؟ 'ہرے بھرے باغ پر ایک بگولہ آجاتا ہے۔' اس میں آگ ہے۔ لو دیکھو باغ جل گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لو دیکھو! تم خوش ہورہے تھے باغ پہ! پھر اچانک scene بدلتا ہے اور پورا باغ جلا ہوا ہے۔ پھر فرمایا:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (266)

"اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔"

لہٰذا اس بات پر غور وفکر کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی old age میں لے جا کر دکھایا ہے کہ دیکھو! اپنی کم زور، کم عمر اولاد کے لیے تم کتنے پریشان ہوتے ہو اور اگر تمہاری ساری property خراب ہوجائے تو بڑھاپے میں تمہاری کیا کیفیت ہوجائے؟ سب کچھ لٹ جائے تو تمہاری کیا کیفیت ہوگی کہ اولاد کے لیے کیا چھوڑ کر جارہے ہو؟ لہٰذا غور کرنے کی مثال پر غور کرنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

صدقے کو اللہ تعالیٰ نے ایک باغ سے تشبیہ دی ہے۔ یہ صدقے کا باغ ہے۔ پہلی بار صدقہ کیا تو کھجور کا ایک درخت لگایا تھا اور اب کئی کھجور کے درخت ہیں اور اگر ہم دیکھیں تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے چھ سو کھجور کے درخت ایک ہی وقت میں دیئے تھے۔ کتنا بڑا باغ! اس مثال میں یہ سدا بہار باغ ہے، ایسا باغ جس میں نیکیاں اگتی ہیں، نیکیوں کے درخت ہیں۔ انسان جب صدقہ کرتا ہے تو اس کی improvement ہوتی ہے، اصلاح ہوتی ہے۔ یہ ایسا باغ ہے جس کی رونق میں آنے والے ہر عمل سے اور زیادہ اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ باغ ہے کہ وسیع ہوتا ہی چلا جارہا ہے لیکن باغ کو آگ لگا دیتی ہے انسان کی ایک کوشش، ایک عمل آگ لگا دیتا ہے۔

وہ کون سا عمل ہے جو باغ کو آگ لگا دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو! جہاں تمہارے نیک اعمال موجود ہیں وہاں صدقے کا باغ ہے۔ صدقے کا یہ باغ چھپانے سے

پھلے پھولے گا اور ریاکاری سے جل جائے گا۔صدقے کا باغ احسان جتلانے سے جل جائے گا، ایذاء دینے سے جل جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے دوسری مثال بنیادی طور پر ریاکاری کی دی ہے۔جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ سخاوت کریں اور چرچا ہو، سب لوگوں کو پتہ چلے تو ان کے باغ کو بگولہ پکڑ لیتا ہے، آگ کا بگولہ اور سارا باغ جل کے راکھ ہو جاتا ہے۔نبی ﷺ کے حوالے سے ہمیں پتہ چلتا ہے، صحیح مسلم کی روایت ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ ، فَاُتِیَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا ، قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا ؟ قَالَ : مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا لَكَ ، قَالَ : كَذَبْتَ ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِیْلَ ، ثُمَّ اُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهِ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ . (صحیح مسلم: 4923)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے وسعت سے نوازا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے پاس (قیامت کے دن) لایا جائے گا۔اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتیں یاد دِلا دِلا کر پوچھے گا کہ تم نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ تیری ہر اس راہ میں تیرا مال خرچ کیا جس میں تو نے پسند کیا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ تو جھوٹا ہے، تو چاہتا تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں تو جو تو چاہتا تھا وہ ہو گیا۔پھر اس کے بارے میں حکم ہوگا کہ اس کو اوندھا کر کے جہنم میں پھینک دو اور اسے پھینک دیا جائے گا۔“

یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک انسان کے صدقے کو جلانے والی ریاکاری ہے، صدقے کو جلانے والا ہر وہ کام ہے جو صدقے کے پیچھے کیا جائے۔عمر کے آخری حصے میں انسان کا

مال اگر ضائع ہو جائے، بربادی کا سبب بن جائے تو اس کی وجہ تلاش کرنے کی ضرورت ہے کہ پیچھے وجہ کیا ہے؟ ایک انسان اگر اللہ تعالیٰ کے لیے کرے تو عمل grow کرتا ہے، پھلتا پھولتا ہے لیکن ایک انسان اگر دنیا کے دِکھاوے کے لیے کرے تو عمل باقی نہیں رہتا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنَ لَہٗ جَنَّۃٌ

''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا۔''

انہوں نے پوچھا کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''صاف کہو یا یہ کہہ دو کہ تم جانتے نہیں ہو۔''

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے میر المومنین رضی اللہ عنہ! میرے دل میں ایک بات ہے۔''

انہوں نے فرمایا: ''بھتیجے اسے بیان کر دو اور اپنے نفس کو حقیر نہ جانو۔''

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ ایک عمل کی مثال ہے۔''

انہوں نے پوچھا: کون سے عمل کی؟''

عرض کیا: ''ایک مال دار شخص کے عمل کی جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کیا کرتا تھا۔ پھر اسے شیطان نے بہکا دیا اور وہ گناہوں والے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ یوں اس نے اپنے نیک اعمال ضائع کر دیئے۔'' (بخاری:4538)

ایک انسان جب اپنی نیکیاں ختم کر لیتا ہے تو اس کا نتیجہ ایک اور صورت میں بھی سامنے آجاتا ہے۔ یہاں جو یہ کہا کہ اس کی اولاد کمزور ہے اس سے مراد ہے کہ اولاد کا صدقہ جاریہ بھی پھر پہنچ نہیں سکتا حالانکہ انسان کو امید ہوتی ہے کہ اولاد کے توسط سے ہمیں صدقۂ جاریہ ملے گا لیکن جب صدقہ ہی جل گیا تو جاری کیا رہے گا؟ اب وہ صدقہ کام آنے والا نہیں ہے۔

یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک انسان اگر عمر بھر نیکیاں کرتا رہے اور آخری عمر میں آکے کوئی ایسا کام کر بیٹھے جس کی وجہ سے اس کے پچھلے اعمال ضائع ہو جائیں تو نہ وہ اعمال کام آتے ہیں اور نہ اس کی اولاد کام آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آخری عمر میں لے جا کر انسان کو کھڑا کر کے پوچھا ہے کہ یہ بتاؤ: کیا تمہیں اچھا لگے گا کہ تمہارے پاس ایک ہرا بھرا باغ ہو اور آگ کا بگولہ آئے اور سارے باغ کو جلا دے؟ اگر تمہیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ تمہاری اولاد ضعیف رہ جائے اور وہ تمہارے مال سے کچھ بھی نہ پائے تو یہ دیکھ لو کہ تمہارے کچھ اعمال ایسے ہیں جو تمہارے باقی اعمال کو خراب کرنے والے ہیں۔ تمہاری ریاکاری تمہارے اعمال کو برباد کرنے والی ہے، صدقے کو برباد کرنے والی ہے۔ اسی طرح تمہارا احسان جتلانا برباد کرنے والا ہے، تمہارا ایذاء دینا برباد کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (266)

"اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیات بیان کرتا ہے تا کہ تم غور و فکر کرو۔"

اس طرح اللہ تعالیٰ ان باتوں کو انسانوں کے فہم کے قریب لے کر آتا ہے جو وہ نہیں سمجھتے اور حقیقت یہ ہے کہ observation میں آنے والی مثالیں انسان کے ذہن میں زیادہ اچھی طرح جم جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان اپنی نیکیاں بچا لیں، اپنے اعمال کو آگ نہ لگائیں تو یہ آگ لگانے والے اعمال ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔

سورۃ البقرۃ کی ان آیات میں ہم نے دیکھا کہ انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہوئے ایک انسان کو کن آداب کو پیشِ نظر رکھنا چاہیۓ؟ اور انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہوئے ایک انسان کیسے کام کرتا ہے جن کی وجہ سے اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں؟ جیسے ریا کار کا عمل ضائع ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو کام کیا جائے وہ دوگنا پھل لے کر آتا ہے۔ تین مثالیں ہم نے یہاں پہ دیکھی ہیں:

☆ ایک مثال تھی ایسے شخص کی جو صدقہ کرتا ہے اور صحیح جذبہ خیر کے ساتھ نہیں کرتا تو اس کا صدقہ کیسے برباد ہو جاتا ہے!

☆ دوسری مثال تھی اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ، عمل کی پختگی کے لیے، نفس کی پختگی کے لیے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تو وہ دوگنا پھل لاتا ہے۔

☆ تیسری مثال ریا کاری کی ہے۔ ریا کاری سے کیا گیا کام انسان کو مستقل فائدہ نہیں دے سکتا۔

لیکچر کے بعد کیے جانے والے سوالات اور ان کے جوابات

طالبہ 1: اولاد کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ بڑھاپے میں کام نہیں آئے گی تو اس کی مزید وضاحت کردیں۔

استاذہ: بات یہ نہیں ہے کہ اولاد بڑھاپے میں کام نہیں آئے گی۔ آپ اس آیت کو سامنے رکھیئے گا:

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ

"اس کو بڑھاپا پہنچے اور اس کی اولاد کمزور ہے۔"

بڑھاپے کی کیفیت کو دیکھئے گا: جس وقت انسان ضعیف ہوتا ہے اور اپنے لیے بہت کچھ دوبارہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا، پہلے والا مال اگر ختم ہو جائے اور انسان اس کو واپس لانا چاہے تو زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ جوان آدمی محنت کر لیتا ہے لیکن آخری عمر میں انسان کے پاس اتنی وسعت، اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ وہ دوبارہ محنت کرنے کے قابل ہو اور پھر جاتے سمے انسان کو اپنی اولاد کی بڑی فکر ہوتی ہے۔ اگر اولاد کمزور ہو یعنی چھوٹی عمر کی ہو اور ابھی کچھ نہ کر سکتی ہو تو بوڑھے والد یا والدہ کو یہ فکر ہوتی ہے کہ ہمارے پیچھے ان کا کیا بنے گا؟ کون ان کی نگہداشت کرے گا؟ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ دیکھو! یہ زندگی کا باغ ہے جہاں تمہاری اولاد

کمزور ہے، تمہارے پاس تمہاری نیکیاں بھی ہیں لیکن تم نے اپنی آخری عمر میں ایسے برے عمل کر لیے جن کی وجہ سے تمہارا سارا باغ جل گیا۔ایک بگولہ آیا جس میں آگ تھی اور اس نے سارا باغ ختم کر دیا۔

اب انسان زندگی کے آخری موڑ پر کھڑا ہوا جب یہ دیکھتا ہے تو سوچتا ہے کہ اب کیا کروں؟ اب کرنے کا وقت نہیں رہا۔اب کچھ نہیں ہو سکتا۔اب نہ تو باغ واپس آئے گا، نہ کمزور اولاد اس قابل ہے کہ وہ کما کر کچھ دے سکے اور نہ اپنے لیے وہ کچھ کر سکتی ہے۔اب حسرتوں اور پچھتاوؤں کے سوا کچھ باقی نہیں رہ گیا۔جو انسان اپنی پوری زندگی میں اپنے آنے والے مستقبل کے بارے میں نہیں سوچتا اور اچھے کاموں کے بعد برے کام کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے برے کام کی حیثیت کو یہاں پہ کھولا ہے کہ دیکھو! یہ برا کام ایسا ہے جس کی وجہ سے تمہاری پچھلی ساری نیکیاں گئیں، اولاد سے تم اس لیے توقع نہیں رکھ سکتے کہ ان کے لیے تم نے کیا ہی کیا تھا؟ ان کے لیے کچھ کیا نہیں لہٰذا اب وہ صدقۂ جاریہ بھی نہیں بن سکتی، وہ اس اعتبار سے کام نہیں آسکتی۔

اللہ تعالیٰ نے مادی مثال دے کر انسان کو دراصل اس جگہ پہنچا دیا ہے جہاں وہ پچھتاوؤں اور حسرتوں میں مبتلا ہے لیکن اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔انسان کے برے اعمال اور خاص طور پر ریاکاری کس طرح اس کے عمل کو آگ لگا دیتی ہے۔بنیادی طور پر یہ بگولہ ریاکاری کا ہے جو انسان کے عمل کو آگ لگا دیتا ہے، صدقے کو آگ لگا دیتا ہے۔

طالبہ 2: ہم اپنی طرف سے تو صدقہ دیتے ہیں مفید کاموں میں خرچ کرنے کے لیے لیکن لوگ اسے غیر مفید کاموں مثلاً شادی بیاہ کی رسموں کے لیے خرچ کر دیتے ہیں تو کیا ایسا صدقہ مفید ہو سکتا ہے؟

استاذہ: صدقہ کی مدّات میں شادی بیاہ کے معاملات شامل نہیں ہیں۔اس لیے دینے والے

کو یہ دیکھنا چاہئے کہ میں کہاں دے رہا ہوں؟ یہ وہ کام نہیں ہے جہاں پر صدقہ و خیرات ہو، شادی بیاہ کی رسومات کے لیے اگر کوئی صدقہ کرتا ہے تو وہ جان بوجھ کر اپنے ساتھ ظلم کرتا ہے۔

طالبہ 4: اگر والدین اپنی اولاد کو قرآنِ حکیم کی تعلیم حاصل کرواتے ہیں اور اخراجات برداشت کرتے ہیں تو کیا وہ بھی صدقے میں آئے گا؟

استاذہ: جی ہاں! یہ تو بڑے نفع کا سودا ہے لیکن یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جس وقت دنیا کی تعلیم حاصل کریں تو والدین کو کوئی فکر نہ ہو کہ ہمیں اجر ملے گا یا نہیں؟ اس وقت تو بے دریغ لگائیں اور جب دین کی تعلیم آئے تو ان کا دل گھٹ جائے کہ کیسے لگائیں؟ یہ چیز دیکھنی چاہئے کہ بہر حال اللہ تعالیٰ تو دیکھنے والا ہے۔

طالبہ 5: چکنے پتھر پر بارش پڑنا کیا ہے؟ یعنی بارش کو کس چیز سے تشبیہہ دی گئی ہے؟

استاذہ: جذبۂ خیر سے، نیکی کا جذبہ، صدقہ و خیرات۔ جذبۂ خیر کسی میں کتنا ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر دل کے اندر نیت خالص اور صاف نہیں ہوتی تو بظاہر جذبہ موجود بھی ہو تو اس کا فیض انسان کو نہیں پہنچ سکتا۔

طالبہ 6: اگر کسی کو motivation دلانے کے لیے اس کے سامنے صدقہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو تو پتہ ہے کہ میری نیت کیا ہے؟ لیکن اگر وہ انسان یہ سمجھے کہ میں دِکھاوا کر رہی ہوں تو اسے convince کرنے کے لیے میرا کیا ردِ عمل ہونا چاہئے؟

استاذہ: انسان کی نظر میں مقام کیوں درست کرنا چاہتی ہیں؟ کوئی اگر ریاکاری سمجھ رہا ہے تو اسے صرف اتنی بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ اور بندے کا معاملہ ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ ریاکاری ہے یا نہیں؟ اگر یہ میری ریاکاری ہے تو میرا رب مجھ سے نمٹ

لے گا۔ ہر ایک کو اپنی بات سوچنی چاہئے کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ اپنے عمل کی فکر کرنی چاہئے کہ اگر میں نے غلطی کی ہے تو یہ میرا اور میرے رب کا معاملہ ہے، اس کی وجہ سے کسی کا نقصان نہیں ہو رہا اور رب دل کے حالات جاننے کے لیے کافی ہے۔

طالبہ 9: کیا شوہر کو بتائے بغیر انفاق کیا جاسکتا ہے؟

استاذہ: کس مال میں سے؟

طالبہ: اپنے ذاتی مال میں سے۔

استاذہ: جو مال آپ کا ذاتی ہے وہ شوہر کا ہے ہی نہیں، اس پہ شوہر کا اختیار ہی نہیں۔ اسلام اس معاملے میں شوہر کو کوئی حق نہیں دیتا، بیوی چاہے اپنی مرضی سے سارا دے دے لیکن اس سے زبردستی نہیں لیا جاسکتا۔ کسی دوسرے فرد کا کوئی حکم نہیں چل سکتا، خواہ وہ شوہر ہو یا کوئی اور۔ ہر ایک کی اپنی ایک independent life ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو ایک independent شہری قرار دیا ہے، اسے ایک ایسا وجود دیا ہے جس کو مرد کے برابر درجہ دیا گیا۔ صرف گھریلو نظام میں انتظام چلانے کے لیے آخری decision power مرد کو دی ہے ورنہ عورت کے حقوق برابر ہیں۔ اگر مرد عبادت کرتا ہے تو اس کا ثواب اس کو ملتا ہے، عورت کرتی ہے تو اس کو بھی نیت کے مطابق ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔ اگر عورت کے پاس مال ہے تو وہ اس کا ہے۔ عورت کو اس کا حق مرد کو نہ پہلے دینا چاہئے نہ بعد میں۔ اگر اپنے دل کی خوشی، دل کی رضا کی خاطر اپنا مال اپنے شوہر پر خرچ کر لیں تب بھی اسے پتہ ہونا چاہئے کہ یہ عورت کے مال میں سے خرچ ہو رہا ہے تا کہ وہ غلط نقطۂ نظر سے بچیں۔

بعض اوقات عورتوں کے رویئے مردوں کا ذہن خراب کر دیتے ہیں اور وہ اس مال پر اپنا حق سمجھنے لگتے ہیں اور پھر اس کے بارے میں اجازت نہیں دیتے۔ یہ

christianity کا تصور ہے کہ عورت اپنے پاس مال نہیں رکھ سکتی، کوئی چیز خود سے بیچ نہیں سکتی، مال کہیں لگا نہیں سکتی اور جب تک اس کا guardian سائن نہ کرے، وہ نہ خرید سکتی ہے نہ بیچ سکتی ہے۔ یہ اسلامی تصور نہیں ہے۔ عورت آزاد ہے کچھ خریدنے کے لیے بھی اور بیچنے کے لیے بھی۔ اس کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

طالبہ 9: اگر کام والی کو ہر طرح سے سپورٹ کیا جائے اور اس کی وجہ سے وہ گھر کی چیزوں پہ قبضہ کرنے اور حق جتانے لگ جائے اور کام میں دلچسپی نہ لے تو اس حوالے سے کیا کرنا چاہیئے؟

استاذہ: اسے فارغ کر دینا چاہیئے۔ ایسے افراد کو نہیں رکھنا چاہیئے۔

طالبہ 10: صدقہ اور خیرات میں کیا فرق ہے؟

استاذہ: برِ صغیر پاک و ہند میں صدقہ اور خیرات میں فرق کیا جاتا ہے حالانکہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خیرات بھی وہی چیز ہے اور صدقہ بھی۔ یہاں یہ تصور جو پایا جاتا ہے کہ کالے بکرے کا صدقہ، جان کا صدقہ یا فلاں کا صدقہ تو اس کے لیے صدقے کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ غرباء پر خرچ کیا جاتا ہے اس کو خیرات کہتے ہیں تو یہ اسلامی اصطلاح [islamic terminology] نہیں ہے۔ یہ لوگوں نے اپنے ذہن سے کچھ چیزیں اخذ کر رکھی ہیں۔

اسلامی نقطۂ نظر سے بنیادی طور پر جو اصطلاح [term] بولی جاتی ہے وہ صدقے کی ہے حتیٰ کہ قرآنِ حکیم میں فرض زکوٰۃ کے لیے بھی صدقے کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسَاكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ (التوبہ:60)

”یقیناً صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں اور ان پر کام کرنے والوں

کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کی تالیفِ قلب کی گئی ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔''

اس آیت میں زکوٰۃ کے لیے آٹھ مدّات بتائی گئی ہیں اور اس کے لیے بھی صدقے کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

طالبہ 17: ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رات کو صدقہ کیا تو وہ ایک دفعہ فاحشہ کے ہاتھ میں چلا گیا اور ایک دفعہ چور کے ہاتھ میں۔ میں نے لوگوں میں یہ concept بھی دیکھا ہے کہ جس کی مدد کر رہے ہیں اس کے بارے میں پتہ بھی ہے کہ اس نے برائی پہ ہی لگانا ہے لیکن یہ کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہمیں تو ثواب مل جائے گا۔

استاذہ: ایسی جگہ پر جان بوجھ کر نہیں لگانا چاہئے اور اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس شخص نے جان بوجھ کر ایسی جگہ نہیں لگایا تھا۔ اس شخص نے بار بار request کی کہ اے اللہ! اس معاملے کو کھول دے اور اللہ تعالیٰ نے اسے کھول دیا کہ چونکہ تم نے خالص نیت سے کیا لہٰذا تمہارا صدقہ قبول ہو گیا۔ جان بوجھ کر لگانے کی بات فرق ہے۔

ایک دوسری صورت بھی ہے۔ فرض کریں کوئی انسان فقیر ہے یا کوئی اتنا مسکین ہے یا یتیم ہے یا اسی طرح دین کی ترویج و اشاعت کے کام ہیں یا جہاد فی سبیل اللہ کے کام ہیں تو یہاں لوگوں کا ایک رویہ یہ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنا مال جس جگہ لگایا ہے، آیا وہ جگہ درست ہے یا نہیں؟ جنہیں یہ رقم دی ہے انہوں نے اسے کہاں خرچ کیا؟ ہمیں اس کا حساب کتاب دیا جائے اور اس کے بارے میں ہمیں well informed رکھا جائے۔ یہ طرزِ عمل درست نہیں ہے۔ آپ دیں اور اللہ تعالیٰ سے

اجر کی توقع رکھیں۔ آپ کو اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے کہ مال کہاں لگ رہا ہے؟ جن لوگوں نے اس کا انتظام کرنا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہیں لہٰذا اپنے عمل کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کو جواب دیں گے۔

طالبہ 20: جس نے آج تک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ نہیں دیا تو کیا اس کے لیے کوئی کفارہ ہے؟

استاذہ: توبہ واستغفار کریں اور صدقہ کرنا شروع کر دیں۔ شکر ہے کہ یہ دنیا کی زندگی ہے، حشر کا میدان نہیں ہے۔

طالبہ 21: مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں چھپا کر دیا ہے لیکن شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ شاید حق دار تک نہیں پہنچا، یا یہ کہ راستہ ٹھیک نہیں تھا جہاں خرچ کیا ہے تو ان خیالات کا کیا کیا جائے؟

استاذہ: جب بھی کوئی وسوسہ آئے تو اس کا حل یہی سوچ ہے کہ خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی طریقہ سکھایا ہے۔ آپ ﷺ کی ایک بہت پیاری دُعا ہے:

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْا فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَّاَصْلِحْ لِیْ شَانِیْ کُلَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ (صحیح الترغیب: 273/1)

''اے اللہ! میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ پھر تو مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا اور میرے تمام کام درست کر دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے حوالے کریں، وہ معاملات کی اصلاح کرے گا اور ان پر غور وفکر نہ کیا کریں۔ جو افراد بھی بچنا چاہتے ہیں، ایسے وسوسے جب آئیں تو اعوذ باللہ پڑھیں

اور ان پر غور و فکر نہ کریں۔ یہی بات اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کریں کہ میری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ میں یہ دیکھوں اور کھوج لگاؤں کہ مال کہاں خرچ ہو رہا ہے؟ میں نے تو جو دیکھنا تھا وہ دیکھ لیا، آگے اللہ تعالیٰ ہی قبول کرنے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ میری نیت کے مطابق مجھے اجر دے گا۔ یہ میرا field نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حساب کتاب لینا ہے۔ جب آپ اپنے آپ سے بات کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مفید result نکلے گا۔

طالبہ 23: کیا کسی غریب کو اس کی شادی پہ زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا صرف صدقہ ہی دیا جاسکتا ہے؟

استاذہ: اصل میں شادی ایسا موقع نہیں ہے جو زکوٰۃ کی مدّات میں شامل ہو لیکن اگر کوئی اپنی ضرورت کے مطابق کچھ نہیں پاتا تو اس کی غربت کی بنیاد پر ضرور دیا جاسکتا ہے۔ شادی کے مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں نارملی جس نوعیت کی خریداری اور جس نوعیت کے کام ہوتے ہیں وہ اسراف میں آتے ہیں حتیٰ کہ جو غرباء کرتے ہیں وہ بھی اسراف میں آتا ہے۔ اس لیے صدقہ و خیرات سے تو آپ اس کو جس طرح سے compensate کرنا چاہیں لیکن زکوٰۃ کے معاملے میں احتیاط زیادہ ضروری ہے۔ (اگر بچی کے ماں یا باپ کے پاس اپنی وسعت کے مطابق نہیں ہے تو ان کو دیا جا سکتا ہے) لیکن محض اس وجہ سے نہیں کہ سسرال میں اس کے نمبر بن جائیں اور اس کے لیے زیادہ اچھا arrangement ہو جائے تو یہ کوئی بنیاد نہیں ہے جس کی وجہ سے زکوٰۃ کا سرمایہ استعمال ہو۔ ہاں اس کی جو بنیادی ضروریات ہیں مثلاً اس کے کپڑے، بستر، چند برتن اس کی بنیادی ضروریات ہیں، ان کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

وَآخِرُ الدَّعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

(سی ڈی سے تدوین)

النّور انٹرنیشنل
انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن اینڈ ریسرچ

النور انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن اینڈ ریسرچ ایک غیر تجارتی دینی تعلیمی ادارہ ہے جہاں خواتین، بچیوں اور بچوں کو قرآنِ پاک اور حدیثِ نبوی ﷺ کے ذریعے اسلام کی بنیادی تعلیمات کا علم دیا جاتا ہے اور طالبات کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ وہ اپنے معاشرے کے افراد کو بھی اس علم سے روشناس کروانے کے لیے مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

امتیازی خصوصیات:

1۔ تعصّبات سے پاک اور غیر فرقہ وارانہ دینی تعلیم و تربیت۔

2۔ تعلیمی کاوشوں کے ساتھ ساتھ تربیتی ماحول کی فراہمی۔

3۔ کلاس روم میں جدید سمعی و بصری آلات کا استعمال۔

4۔ معروف اسلامی اسکالرز کے لیکچرز کا اہتمام۔

5۔ طالبات کے لیے ہاسٹل کی سہولت۔

6۔ ویب سائٹ کے ذریعے آن لائن کلاس کی سہولت۔

7۔ مستحق طالبات کے لیے بغیر کسی معاوضے کے تعلیم کا بندوبست۔

8۔ شعبۂ ریسرچ میں مختلف موضوعات پر تحقیقی مواد کی اشاعت۔

النور کے مراکز:

الحمدللہ النور انٹرنیشنل کے مراکز مؤثر طریقے سے مندرجہ ذیل شہروں میں کام کر رہے ہیں:

☆ لاہور ☆ فیصل آباد ☆ بہاولپور ☆ ملتان

کورسز کا تعارف:

الحمدللہ اسلام کی دعوت وتبلیغ کا یہ سلسلہ النور انٹرنیشنل کے تحت مختلف کورسز کے ذریعے جاری ہے:

اوقاتِ کار	تعلیمی قابلیت	دورانیہ	کورسز
Morning	کم از کم بی اے	18ماہ	ایڈوانس ڈپلومہ ان اسلامک ایجوکیشن
Morning	کم از کم ایف اے	18ماہ	ڈپلومہ ان اسلامک ایجوکیشن
Morning	کم از کم ایف اے	18ماہ	نورالقرآن
Morning	کم از کم میٹرک	18ماہ	فہم القرآن
Evening	کوئی قید نہیں	اڑھائی سال	فہم دین (ہفتے میں 4دن)
Morning	کم از کم میٹرک	2ماہ	Towards Understanding of Islam
Evening		ہفتہ وار کلاس	Towards Noor

تعلیم القرآن کورس

قرآنِ مجید سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں

قرآنِ مجید کا ہر رکوع مندرجہ ذیل نکات کی روشنی میں پڑھایا گیا ہے:

1 - لفظی ترجمہ 2 - با محاورہ ترجمہ 3 - الفاظ کی وضاحت 4 - اصطلاحات 5 - مقاصد

6 - تفسیر سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ کی زندگیوں میں اُتارنے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا۔ صحیح احادیث اور واقعات سیرت کی روشنی میں اُسی طریقہ کار کی پیروی کرنے کی کوشش کی جارہی ہے

7 - رکوع ایک نظر میں

- تعلق باللہ
- تعلق بالرسول
- مقصد زندگی
- انجام

8 - ہم کیا کریں؟

9 - ہوم اسائنمنٹ

النور ویب سائٹ:

النور ویب سائٹ کے ذریعے قرآن کلاسز کی Live Audio Broadcasting کی جارہی ہے تاکہ دنیا میں کہیں بھی موجود افراد قرآنِ حکیم کی تعلیمات سے ایسے ہی مستفید ہوسکیں گویا وہ کلاس کے اندر ہیں۔ دن اور رات کے مختلف حصوں میں دوبارہ broadcasting بھی کی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ لیکچرز سائٹ سے Free Download بھی کیے جاسکتے ہیں۔

Come & join
Online class

www.alnoorpk.com

ربّ کی طرف بُلانے اور کامیابی کے راستے پر چلانے کے اس مشن میں ہمارا ساتھ دیجئے!

☆ النور میں داخلہ لے کر اور قرآنِ حکیم و حدیثِ رسول ﷺ سیکھ کر۔

☆ تربیتی پروگرامز منعقد کروانے میں تعاون کرکے۔

☆ اپنے گھر میں کوئی شارٹ کورس کرواکر۔

☆ کسی مستحق طالبہ کے تعلیمی اخراجات کی ذمہ داری اٹھا کر۔

☆ قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت میں حصہ ڈال کر۔

☆ سماجی بہبود کے کاموں میں حصہ ڈال کر۔

النور کو دی جانے والی رقوم اور عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔عطیات درج ذیل اکاؤنٹس میں جمع کروائے جاسکتے ہیں:

اکاؤنٹ نمبر: 02010200003902 میزان بینک گلبرگ برانچ لاہور

النور کمپلیکس:

النور انٹرنیشنل کی بڑھتی ہوئی تعلیمی ،دعوتی اور تحقیقی سرگرمیاں اور لاہور، فیصل آباد، ملتان اور بہاولپور میں طالبات کی روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظران شہروں میں فوری النور کمپلیکس کی عمارت کی تعمیر کا منصوبہ زیرِغور ہے۔فی الحال چاروں شہروں میں یہ انسٹیٹیوٹس کرائے پر حاصل کردہ عمارتوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔آپ کی دُعائیں، توجہ اور تعاون خیر کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوگا۔(انشاءاللہ)

یہ کمپلیکس لیکچر ہال، آڈیٹوریم، کلاس رومز، آفسز گیلری، لائبریری، ریسرچ ونگ، کمپیوٹر لیب، ریکارڈنگ سیکشن، پبلشنگ سیکشن، ویب سیکشن، ہاسٹل اور کڈز کیمپس پر مشتمل ہوگا۔

اس کارِعظیم میں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔اپنی زکوٰۃ وصدقات کے ذریعے النور کی تعمیر میں اپنا اپنا حصہ ڈالئے۔جتنی زندگیاں یہاں دین کی تعلیم کے اثر سے سنوریں گی، النور کی بنیادوں میں لگا آپ کا سرمایہ آپ کے آخرت اکاؤنٹ میں قیامت تک اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

خود بھی اس کارِخیر میں حصہ ڈالئے

اور اپنے عزیزوں، رشتہ داروں کو بھی اس طرف توجہ دلایئے۔